

یلاد دیانتی

حسین بھیوی چہرہ نرگسی آنکھیں اگلا ب کے چھوٹ جیسا رنگ انمازک
اندام ابھرا ہوا بلو رین سینہ پیاری اور مدبری آواز، بانکی چتوں،
خوبصورت زلفیں اس کاشا رحسین ایکھڑسوں میں ہوتا ہے نسیم صبح کی طرح
چلتی ہے اور خلخ گل کی طرح جھومنتی ہے۔ یہ گلشن حسن و شباب کا ایک شاداب
اور دلکش بچوں ہے۔ یلاد دیانتی پہلی ہندوستانی مثالہ ہے جو ہندوستان سے
دور نئی دنیا کے مشہور شہر نیو یارک میں پیدا ہوئی ہے۔ اس کے والدسر
یو ایل ڈیانتی وہاں پر بکھیش کرتے تھے ماں کا نسب داکٹر شیگور آن جہانی سے
ملتا ہے۔ یہ ابھی جوان ہے اور بلاشبہ جوانوں کے دل کی نکلہ بھی کہی جاتی
ہے لیکن چھریہ ایک محنت ہے کہ اس کی عمر کیا ہے۔ قیافے سے آپ خواہ
کچھ بھی مقرر کر لیں در بہ صحیح عمر معلوم ہونا دشوار ہے۔ فلمی مسوں
کی عمر اگر طشت از بام ہو جائے تو ان کی ہر دلخیزی میں ذرا فرق آن لگتا
ہے۔ فائناً ”یلدا“ اس راز سے واقف ہے۔

اس کی طبیعت کچھ فطرت انسانی فنون لطیفہ اور بالخصوص رقص کی جانب
بچپن ہی سے بیحد مائل تھی۔ اس پر امر نیکہ کی آزاد خیالی، روح پر در پر کیف

ناحوال اور رضاوں نے چار چاند لگا دئے اس کے والد نے امریکہ سے واپس آنے کے بعد گلکتہ کے ایک اسکول میں داخل کرایا۔ یہاں اس نے اندر میڈیٹ میک تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی ساتھ رقص بھی سیکھا۔ شباب کے اولین دور پر پہنچتے پہنچتے اپنے شباب کی زندگیوں کے ساتھ فون لطفی کی زندگی بھی اس میں پیدا ہو چکی تھی اپنے دل چیناں نوجوان اس کے لئے ہوئے شباب پر فرنپتہ تھے۔ رقص پر مرنے والوں کی تعداد بھی کم نہ تھی اس نے تدبیح رقص سکھنے کے لئے ہندوستان کے مختلف صوبوں کا سفر کیا اور باخصوم جنوبی ہند میں رہ کر اس نے کافی محنت کی۔ اس کا شمار اس وقت ہندوستان کی صفت اول کی رقا صادوں میں ہوتا ہے۔ دنیا کے مشہور رقص اودے شنگر ایک بار اس کا رقص دیکھ کر مبہوت دسخور ہو کر رہ گئے اور زبان سے ایک لفظ کہے بغیر اپنی حرمت زدہ نظروں اور وجدانی کی غیات سے اس کے کمال فن کی باد دیتے رہے۔

جس طرح گلزار رقص و سرود کی یہ خوبصورت تتری اپنی تامہ و کل نزاکت آفرینیوں اور حسن پاشیوں سے دادِ رقص دے رہی تھی وہ ایسی نہ تھیں کہ نقادوں فن کی نگاہ ہیں اس کی طرف نہ پڑتیں۔ چنانچہ مدرسہ چڑھ دنیو تھیر کے ڈارُکش کی بالغ بھگا ہیں اس پر پڑتیں اور اس کی فن کاری کی اداویں میں اسیر ہو کر رہ گئیں۔ مدرسہ خدر نے اسے پردوہ پر لانا چاہا لیکن جب "لیلا" کو یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنی تجویزی ظاہرگی اور کہہ یا کہ اس کا اختیار میرے والدین کو ہے۔ ان سے اجازت لی جائے دل کی تکلی بردی ہوتی ہے۔

یہم چندر کے دل کو بھی اس کی ادائیں جھاگیں تھیں۔ انہوں نے تیلا کے دال الدین سے اپنی تمنا کا انہار کیا اور چاہا کہ یہ نور کی تجھی اپنی تازک اداوں کے ساتھ پر دہ سیمین پر حاضر ہو کر عوام سے داد حاصل کرے مگر ہمیں چندر کی محنت رائیگار، آجیا خ

اک تر نفشن پاک کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل

میں کو چہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا
یلا کلکتہ سے دہلی جا کر لیڈی ارون کا بچ میں داخل ہو گئی۔ اور پھر لکھنؤ جی
لیکن ہمیں چندر کے جی کو بہت بری لگی ہوئی تھی وہ ماہ دسمبر بنکر اپنی جنوری کا
بچھا کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ جیسے بھی ہواں حسین گڑیا کو ردہ
سیمین پر اٹھا ری لا میں گے۔ انہوں نے اس بیبل کو جال میں پھانسے کیا
لوئی کسر اٹھانہ رکھی لیکن ہمیشہ یہجا رے کو ما یوسی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ایک دن
انہوں نے بڑی جرات اور بہت سے کام لے کر آخر خود ہی اس بیبل شیریں نے
لو پردہ سیمین کے بزر باغ دکھائے۔ دولت اور عورت جب آنا چاہتی ہے تو
پر لٹکا کر آتی اور جب جانا چاہتی ہے تو بھی اس کے پر لگ جاتے ہیں القصہ
ہمیں چندر کی محنت ظھکانے لگی اور "یلا" ان کے جال میں بھنس گئی۔ اب رہ
گیا دال الدین کو راہ پر لانے کا سوال تو ایک مغرب زدہ سوسائٹی گرل کے
لئے یہ کون سا مشکل کام ہو سکتا ہے۔ جب "سب کچھ دھیکا ہے" سماں میں
تو دنیا نے اس مغرب زدہ کو سب سے پہلے پر نیز یہ نٹ میں پر دہ سیمین پر
جمگ کاتے ہوئے دیکھا۔

اب لیلا ایک مثلہ تھی اور وہ بھی ایسی مثلہ کہ جس کی ایک جنگش ایر و ہزاروں دلوں پر حبہری پھیر دے اور اس کی ایک مسکراہٹ مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونک دے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس قدر حمپکی کہ اس کی تابانی سے پروہ سین منور ہو گیا۔ اور یہ خود فلمی دنیا کا ایک دخشاں تارہ بن گئی۔

اسے فلمی لائن میں آئے گو ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے لیکن امید ہے کہ آئندہ یہ اور بھی ممتاز اور ہر دل فریز ہے گی۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں اس نے متعدد فلموں میں جس قدر کامیابی سے اپنے کردار کو پیش کیا ہے اس نے بڑی بڑی کہنہ مشق ادا کاروں کو یچاڑ کھا دیا۔ اس کی ادا کاری آرٹ کا پی نقص نہ ہوتی ہے۔

اس کے متعلق بعض اوقات بڑی بڑی پر لطف افواہیں چیلیتی رہتی ہیں کچھ عرصہ ہوا یہ خبر گشت لگا ہی تھی کہ "لیلا" کسی خوبصورت متمول نوجوان کو ول دے دیجی ہے۔ لیکن جب "لیلا" سے اس کی تصدیق پڑا ہی گئی تو اس نے کہا کہ "ایسا نہیں ہوا ہے لیکن ایسا ہو سکتا ہے" دیکھئے کون ایسا ہو سکتا ہے؟ اس کی کامیاب اور قابلِ تصویر سی دشمن۔ نہ تھی۔ کپال کندڑا اور تیناہیں۔ جن میں اس نے ہیر و سن کا پارٹ گیا ہے۔ "دشمن" اس کی شاہکار تصویر ہے۔

یہ فلمی زندگی کو بہت پذیر کرتی ہے۔ قدرتی مناظر کی سیر و تفریح بعض دسرد اور مطالعہ اس کے محبوب شغل ہیں۔

لیلامصرا

لیلا و قی ۱۹۱۸ء میں فلم غازی پور۔ (صوبہ متحده) کے ایک زمیندار خاندان میں پیدا ہوئی۔ بچپن ہی سے فلم بینی کا بیج شوق تھا۔ اور رفتہ رفتہ اس شوق نے دل میں گھر کر لیا اور یہ شوق والہا نہ عشق کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ اس کی تعلیم مذہل تک ہے ہندی، اردو اور انگریزی میں اچھی عامی استعداد ہے۔ اس کے شوہر کا نام رام پرشاد مصراء ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے اس نے اپنا نام "لیلامصراء" رکھا اور اب اس نام سے یہ فلمی دنیا میں مشہور ہے۔ شروع میں اس کو فلمی دنیا میں داخلہ کے لئے بڑی بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ لیکن یہ اپنی دھن کی پکی تھی بالآخر اپنے شوق کی تکمیل کے لئے بڑی مشکلات کے بعد ۱۹۳۶ء میں کو لھا پور سے ٹون میں شرکیک ہو گئی۔

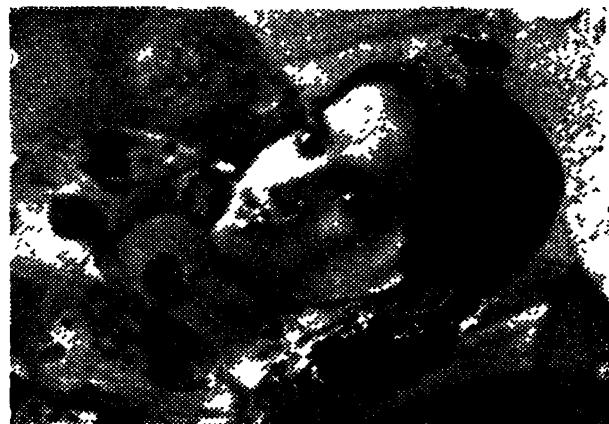
مشرقی تہذیب و تمدن کے گھوارے میں پلنے والی یہ حینہ ایک حسین و جمیل مورثی ہے جو بصورت زلفیں، افغانی یا دام کی سی آنکھیں، سرو قد، ہلال پیشائی، کنوں کے چھوٹے بیبا رنگ، کشاورہ بینہ۔ بھرے ہوئے یا زو یا کدا من، شریف النفس، حق گو اور حق پسند مسلہ ہے جس کی بے باکانہ اوس اگر ایک طرف نوجوانوں کے سمند شوق پر تازیانے کا کام کرتی ہیں تو

دوسری طرف اس کی نکتہ چینیاں اور حق گوئی فلمی دنیا کے ناماغفت اندیش بوالہوسوں کے دلوں میں سنتا ہے، اور لرزہ پیدا کر دیتی ہیں۔ اس کی مشہور تصویر میں گھنگھا اوتارن، ہو ہمار، کسی سے نہ کہنا، فاموشی قیدی، نامسٹرجی، انگوٹھی، اشارہ، و ش کنیا، منکراہست، غیرہ ہیں۔ قیدی اور چتر لیکھا اس کے شاہکار ہیں غفرنیب، الگ اعظم میں نمودار ہو رہی ہے تریشہ سال اس نے فلمی دنیا کے عیوب، اور بد اخلاقیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ایک سختی خیز مقالہ پر فلم کیا تھا جس نے فلمی دنیا میں ایک بھل مجاہدی تھی۔ یہ مقالہ اس مسابقہ اساس پر لکھا گیا ہے کہ "فلمنی لائسُن میں صرف وہ ہی خواتین عزت و شہرت اور ترقی حاصل کر سکتی ہیں جوڑ اور کمر اور دیگر زندگی مذہار ان فلم کی جائز اور ناجائز خواہشات کو بے چوں و چھرا پورا کرتی رہیں"۔ یہ نہایت منکر المذاج، خلائق اور متواضع واقع ہونی ہے۔ پہلے اسے فلمی دنیا سے حید و پچپی تھی، لیکن اب وہاں کی نفس پرستی اور ہوس رانیوں کو چشم خود دیکھنے کے بعد اس کی بد اخلاقیوں سے بہت کبیدہ خاطر ہے اور اب فلمی دنیا سے کچھ نفرت سمی محسوس کر رہی ہے۔ کاش شریف بہو بیٹیاں اس کے خیالات سے کچھ سیکھنے کی کوشش کریں جس کی کوئی امید نہیں سینما دیکھنا، اور مسویتی اس کے محبوب مشاغل ہیں۔

FILMI-TITLIAN



Sadhana Rose



Reena H.



Sumantra

FILIMI - TITLIAN



Radha

نور جہاں

نور جہاں ۱۹۲۵ء میں پنجاب کے مشہور صلح قصہ سر میں پیدا ہوئی۔ اور طولِ افہم کی آخوش میں آنکھ کھوئی۔ پہنچنے ہی سے موسیقی کی طرف رجحان پیدا کیا گیا جس کی انتہائی ارتقا میں صورت میں اب موجود ہے۔ میانہ اندام گداز حسی شوخ غلافی آنکھیں، عضو عضو میں بجلیاں ہی پوشیدہ معلوم ہوتی ہیں۔ کٹا رکھے ابر و حسین پیشیاں میں لماحت خیز زنگ طوالِ افہم کے آخوش میں پلی بڑھی اور پروان چڑھی لیکن شکل و صورت کے بھولے پن سے ایک شریعت کا بج گرل معلوم ہوتی ہے۔ اس کا بھولہاپن ہی اس کا سب سے بڑا استم ہے جو مجموعی طور پر حسن و صورت میں کوئی خاص جاذبیت نہیں ہے۔ یہ بھر بھی جان شارب کی کمی نہیں ہے۔ جب آٹھ سال کی تھی تو لاہور کی سہرا منڈی کی گلکیاں اس کی سریلی آواز اور پازیب کی چھنکار سے کوئی خوبی رہیں تھیں اسے بخت افزونی کہنے پڑے یا یار لوگوں کی خوش بختی یہ بدل اسمی بچی ہی تھی کہ اپنی ماں کی وساطتے فلم لائیں میں آپنی۔ یہ اپنے ملنے والوں سے بڑی بے تکلفی سے پیش آتی ہے۔ مزاد میں بلا کا الھڑپن ہے جس سے شام کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا ہو گا۔ رقص و موسیقی تو گھٹی میں پڑی تھی۔ ۱۹۳۳ء میں اپنی والدہ

ایسا اور اپنی شہرت کے خیال سے میڈن تھیٹر میں شرکیک ہوئی "ہیرسیال" میں اس نے بے بی نور جہاں بن کر کام کیا ہے۔ اس کے بعد عمرتہ دفتہ عمر کے ساتھ حسن و شباب کی انگوں میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ اور وہ بے بی سے بی بی نور جہاں بن کر بہت سے جوانوں کا مرکز خواب بن گئی۔ اور "دل" والوں کے زخمی دلوں پر اپنے عشوہ ناز سے ناول فلکنی کرنے لگی۔ یہ شیشی پی "اور گل بجاوی میں اپنی کامیاب معصوانہ اداکاری کے جو ہر دکھائے۔ بعد ازاں "چودھری" یکلاجٹ اور خاندان میں نمودار ہوئی۔

یہ المیہ اور دردناک گیت بڑے رقت انجیز اور پرسوز طریقہ سے گاتی ہے۔ یکلاجٹ اور خاندان میں اس نے شریف گھر ٹیولٹ کی کاپارٹ نہایت کامیابی سے پیش کیا ہے۔

خاندان اس کا سو فیصد کامیاب فلم کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ یکلاجٹ کی چودھری ہیرسیال۔ نوکر دوہائی اور محبت میں اس نے کامیاب تعلیل پیش کی ہے۔

کچھ عرصہ ہوا کہ یہ سننے میں آیا تھا کہ بے بی سے مس بننے والی نور جہاں نے کسی مالدار نوجوان سے شادی کرنی ہے لیکن اس کے بعد یہ انواہ پسلی کر وہ صرف عارضی شادی تھی اور طلاق ہو گئی۔

اس کی تازہ تصویریں نوکر اور دہائی ہیں گو اس کو فلم لا سن میں ابھی زیادہ مد تھیں گزری ہے۔ اسی ہے کہ یہ آئندہ بہت کامیاب مشکل ثابت ہو گی۔ آج کل ڈائریکٹر شوکت حسین کی زوجیت کا

پارٹ ادا کر رہی ہے اور نتیجتاً ایک سعادت آثار کی والدہ بن چکی ہے۔
کروشیا کام اور عمدہ کھانے پکانے اور کھانے کی ثبو قین ہے۔

علمی جیونت

نو خیز، بت رعن، آہو چشم، شکفتہ رو، لار رخسار، سین بدن، انگریں
 ب، نازک کمر حسن و حمال کا ایک ایسا مجسم جس کی مثال کم ملتی ہے بہت غور
 و فکر اور سمجھ بوجہ کے بعد اپناروں جا کرتی ہے۔ اس بیفکری کی عمر میں اتنی
 ممکن ادا کاری یہ "علمی" ہی کا کام ہے۔ یہ ایک مقناطیسی مسئلہ ہے جس کی
 طرف ہر نوجوان دل اس طرح کھنچتا ہے جیسے اثر دہنے کے منہ میں کبوتر اُنہی
 پر دے پر جب دلفریب اور زہر شکن ادویں کے ساتھ جلوہ فرمائوتی ہے تو
 تماشائی پاک جھپکانا بھی بھول جاتے ہیں۔

اس علمی پری کا اصلی علمی پرو شو تم جیونت ہے لیکن علمی دنیا میں صرف
 علمی جیونت کے مختصر و عجوب نام سے قشہور ہے۔ انگریزی، اردو، گجراتی، مریٹی
 اور ہندی سے بخوبی واقع ہے باپ ایک سرکاری عہدے دار تھا یہی نوگاں
 کے دلوں پر حاکم ہے۔ علمی دنیا میں آنے سے قبل ہی چینہ رقص و سرود میں دک
 رکھتی تھی اور اپنی جوان کافرا داؤں سے فتنے پیدا کرنے میں ماہر تھی۔ یہ جنت
 بیگاں اور فردوس آوش دو شیزہ جو علمی دنیا سے بہت دوڑتھی یہاں کیک خوش اطواری
 اور شگفتہ و مسئلہ بن کر پردازی میں پرکیوں کر جلوہ نہ ہو گئی یہ ایک دلچسپ ہمانی ۱

ایک مرتبہ مسٹر چمن لال ڈیساٹی اور ان کے ہو ہمار پوت مسٹر وریندر ڈیساٹی ایک فلم دیکھنے کے خوبصورت چھول اور حسین دوشیزہ چھپائے ہیں پھتنے حسن آفاق کے "ملنی" بھی سینما آئی ہوئی تھی ان دونوں باپ یہیوں کی نظر ایک ساتھ تھی پر پڑی جواپنی تمام ساتھ کی عورتوں میں چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہی تھی۔ دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا اور پکارا ہیں کہ اگر یہ چودھویں کا چاند پردہ سینم سے اپنی تواریخانی کر لے تو یقیناً پردہ سینم عالم تاب بن جائے گا اور فلمی دنیا جنمگاہ اٹھے گی۔ خیالات کی دنیازنگ بزنگ کی تعمیر دکھلارہی تھی کہ شو ختم ہو گیا اور ان کے خیالات کا سورج بھی چھپ گیا۔ آفاق کہئے یا ہندستانی فلموں کی خوش نصیبی کہ وریندر ڈیساٹی صاحب کی ملاقات ملنی جیونت سے ایک روز شو بھنا سفر تھے کہ مکان پر ہو گئی اور ان کی خواہش پر شو بھانے انہیں ملنی سے متعارف بھی کر دیا۔ تعارف حاصل کرنے کے بعد وریندر کو معلوم ہوا کہ یہ شو بھنا کی ایک رشتہ دار ہے

انہوں نے دوران گفتگو میں ملنی سے درافت کی کہ آپ علمی لائن میں آنے کے لئے تیار ہیں ہ ملنی کی گویا منہ منگی مراد رہ آئی۔ لیکن اس نے جواب دیا کہ میں خود علمی لائن پسند کرتی ہوں اور مجھے ایک ٹرس بننے میں کوئی اعتراض نہیں ہے بشرطیکہ میرے والدین مجھے اجازت دیدیں۔ وریندر ڈیساٹی بے ہی کوششوں کے بعد اپنے انتہائی اصرار سے ملنی کے والدین کو راضی کر لیا اور اسے اپنی فلم "راوھینکا" میں ہیر و ہن کا پارٹ سپرد کر دیا جب پہلی مرتبہ یہ پردہ سینم پر کلم میں طبقے کے سامنے آئی ہے تو پہ بکلہ اس

نئے تارے کو دیکھ کر بیویت ہو گئی۔ اور سنیکڑوں سینے دلوں سے خلی ہو گئے۔ اس پر بے پناہ محبت کے چھوٹے ہم سائے گئے۔ اس کے بعد یہ نزد و شہین اور آنکھ پھرپھری میں نمودار ہوئی۔ ان فلموں میں اس نے قابل قدر کام کیا ہے آنکھ پھرپھری اس کا شاہکار ہے۔

جب یہ نہیں ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جنگل کی تازگی میں جان پڑ گئی اور نوٹ گفتہ سکلیاں چھوٹیں بکری خساروں کی صورت میں مبدل ہو گئیں۔ علمی جیونت نے آنکھ پھرپھری کھلیتے کھلیتے مسٹر نریندر ڈیساٹی سے "دل پھرپھری" کھلانا شروع کر دیا۔ اور یہ کھلی اب باقاعدہ شادی کی کھمپی سے فلما یا جاکر زندگی کے پردے پر دکھلایا جا رہا ہے۔ یہ ایک بچے کی ماں بھی بن چکی ہے۔ شناور بی اور گھر بیوکاموں سے اسے بیدار پھرپھری ہے۔

مایا بزرگی

اصلی نام رولا بزرگی ہے۔ لیکن فلکی دنیا میں مایا بزرگی کے نام سے مشہور ہے۔ الله کی عالمی جگہ کے ہنگاموں کے درمیان مژاہی کمار کے گھر میں جنم یا۔

یحسن شمع کا ایک دلفریب نونہ ہے اپنی خواب آلو دانگوں سے جب کسی طرف دیکھتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تفسیر حیات پڑھ رہی ہے۔ زرم و نازک جسم، سُدوں زرم و گداز ہے ہیں۔ آواز دلکش، سر و قد، پیارے پیارے ہونٹ کا صورت تماہیت معصوم، ادا میں "خود افزائش" شو خیاں تو پہنچن سانو لا سلو نارنگ۔

فلکی دنیا کی ایک شوخ اور پچھل جینہ ہے۔ جب حیرت انداز میں دیکھنے والوں سے آنکھیں دوچار کرتی ہے تو کئی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے اسے دیکھ کر سوئی ہوئی تاززو میں بھی انگکڑا ایساں لے کر بیدار ہو جاتی ہیں دل سینے میں بچلنے لگتا ہے۔ اس سیما پر حضرت کو ایک لمبے کے لئے کسی ایک جگہ اطمینان و سکون سے پیٹھنا دشوار ہے ہمہ اضطراب و تحرک اپنے جانتے والوں کا تپاک سے خیر مقدم کرتی ہے اور اپنی فطری شو خی و

شرارت کے ساتھ بہت جلد بے مکلف ہو جاتی ہے۔ اپنے ملا قاتیوں کی ربان سے اپنی تحریف بڑے حسین انداز سے سنتی ہے اور اپنے اخبارات پر حصہ کی انتہائی شانگی ہے۔ جن میں اس کی تحریفیں کی گئی ہوں ان لوگوں پر فدار ہتی ہے جو اس کی مدح سرائی کرتے رہیں۔ پکنک کی بہت دلدادہ ہے اور ایسی مجلسیوں میں ہمیشہ نمایاں رہتی ہے۔ ساڑی ایسی ایسی ضمیوں سے باندھتی ہے کہ بامدوشا مدد و آکٹھ لوگ اس کی صرف اسی ادا پر جان دیتے ہیں۔

مایا بنسرجی کلکتہ کے ایک باعزت اور شریف عیسائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے اس کی فلمی زندگی کی ابتداء صحیح معنی میں ۳۴۷ عمر میں شروع ہوئی اسٹڈیو سے ہوئی لیکن یہاں یہ کچھ زیادہ درختان نہ ہو سکی۔ اور نہ اس کے ذوق کی تکمیل پر ہو سکی چنانچہ ۳۹۷ عمر میں اپنی شباب آفرینیوں کے ساتھ ذوق و شوق میں ڈوبی ہوئی کلکتہ سے بمعی جا پہنچی۔ یہاں اس کی جوان آرزوں کی خاطر خواہ تکمیل ہوئی ابتدأ ساگر مو ویوں میں شرکت کی اس کے بعد سرستی اور پرکاش میں ہیروئن اور ساڈھیروئن کی حیثیت سے مختلف النوع ممتاز کرداروں کے روپ میں جلوہ گر ہوئی۔

اس کے مشہور اور کامیاب فلم، جا گیر دار، کو کیلا، ہمدرم اور وہ بھرے بھارے پوست میں، انورا دھا، ون مالا، پریتم، اپنا گھر اور چوڑیاں ہیں، یہ ایک شوخ و شنگ حیینہ کا پارٹ نہایت خوبی سے ادا کر سکتی ہے اور اپنے فلم کے پارٹ ہمیشہ کرتی رہی ہے۔ اگرچہ یہ نہایت

بیباک اور چپل واقع ہوئی ہے لیکن اس کی شوخی اور شرارت اس کی صورت سے عیاں نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی صورت سے ایک قسم کی معصومیت اور بھولان پنٹ پکتا ہے اور یہی وہ جان لیوا ادا ہے جس سے نہاروں والی چینک نوجوان پہ آسانی اس کاشکار ہو جاتے ہیں "وطن" اس کی شہ کار تصویر خیال کی جاتی ہے اسے فلمی زندگی سے بہت دچپی ہے۔ رقص موسیقی اور سیر و تفریح اس کے مرغوب شغل ہیں۔ ابھی حال ہی میں یعنی ڈسپلے ۱۹۷۴ء میں مسٹر وصل کلیان پوری سے شادی کر چکی ہے۔ یہ شادی پونہ میں یڑے ٹھاث سے رچانی گئی تھی اور فلمی برادری کے اکثر سرر آور دہ لوگ شریک ہوئے تھے۔

ہمساز شناختی

چنجابی رنگ و بو امتواں آنکھیں دل میں جیجہ جانے والی پلکیں حسین
رخسار نازک اندام دلکش زفخار و گفتار، قیمت کی سر داعزیز اور کامیاب
ہیر و سُن جو چجانب کے ایک دور افتادہ مقام ڈنگھا (صلح گجرات) میں ۱۹۲۶ء
میں ایک مغل خاندان میں پیدا ہوئی۔ اس کے والد کا نام بیجخش تھا کے
معلوم تھا کہ یہ گمنام قبیلے میں پیدا ہونے والی لڑکی ایک دن "مغل آرٹ"
کی طرح تسامہ ہندوستان میں مشہور ہو جائے گی۔ اور اس کی اداکاری لوں
میں آگ لکھے گی۔ یہ ابھی بالکل یچہ ہی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ
گیا اور اس کے چھا برکت علی نظامی نے اسے اردو اور انگریزی کی ابتدائی
تعلیم دلوائی جب ذرا ہوش سنبحا لاتول سے موسیقی یے بیحد پھیپھی ہو گئی۔ اسے
اس طرف راغب دیکھ کر چانے موسیقی کی باقاعدہ تعلیم دلوائی شروع کی۔
تحوڑے عرصے کے بعد اس نے اس قلن میں اچھی استعداد پیدا کرنی اور پھر
رقص سکھی رہی۔

۱۹۳۶ء میں ایسٹ انڈیا فلم کمپنی میں شرکیں ہو گئی۔ اور اس
کمپنی کی ایک چجانبی تصویر "سو ہنی کھارن" میں کام کر کے اس نے خود کو

پہلک میں بخوبی روشناس کر دیا۔ لیکن تعارف صرف پنجاب کی حد تک تھا اس کے بعد وہ ایک ڈانگ پارٹی بنائے پنجاب اور سندھ میں اپنے ساتھ بشریت مہ جینوں کو لے کر دولت سلطنتی رہی پھر یہ چلت نارائن کے پنجابی فلم "چھبی دی کلی" میں ہیرودن کی حیثیت سے نمودار ہوئی مگر اپھر نہ کمی کی وجہ نامیوں کے باعث یہ فلم کامیاب نہ ہو سکا۔

ممکن تھا کہ اس ناکامی کے بعد یہ دل برداشت ہو جاتی لیکن روپ کیشوری کی دور میں اوزنقہ اذ نظر وں نے اس ہونہا رمثک کو کشوری پھر زکے فلم منگتی کے لئے منتخب کیا اب شانتی کی جوانی کے قیامت خیز فتنے پیدا رہو چکے تھے۔ اور وہ نام خدا اب جوان تھی اس فلم میں آتے ہی متازشانتی کی شہرت میں چارچاند لگ کئے اور یہ شہرت کے پہر برین کار و شن پیارہ شکنی اس کے بعد بیجی ماکیز کے جزل میجر مژر چونی لال نے اسے اپنے فلم "بینت" کے لئے منتخب کیا چنانچہ "بینت" نے رہی سہی کمی کو بھی پورا کر دیا اور اب شانتی اپنے اوج کمال پر نظر آنے لگی "قیامت" اور "بدلتی دنیا" میں اس نے ہیرودن کے کروار جس خوبی سے پیش کئے ہیں وہ متازشانتی ہی کا حصہ ہے۔ اور ان تصویروں کی کامیابی کے باعث متازشانتی بڑی بڑی اسٹارس سے بھی ایک غصہ سے عرصہ میں گوئے بیقت لے گئی۔

کہا جاتا ہے کہ اسے فلمی دنیا میں لانے والے شخص مژر وی مشہور ڈرامہ ٹٹھ ہیں۔ انھیں کی مسامعی سے یہ اپنے پہلے فلم "سوہنی کمہاراں" میں آئی تھی۔ بہر حال اب مژر وی متازشانتی کے جائز وارث یعنی

شہر ہیں "شانتی" اس کا باسمی ہے۔ یہ ایک سلسلہ بھی ہوئی ادا کارہ، اور بک قدم
تفاصلہ ہے۔ پنجاب اور سندھ میں آج بھی وہ ایک ڈانسر کی حیثیت سے متاز
ہے۔ اور ان علاقوں میں اس کے چاہئے والوں کی آج بھی کمی نہیں ہے اس کی
ماں ہندو اور بابپ مسلمان تھا غالباً یہی وجہ ہے جس کے باعث اس کا نام
متاز شانتی ہے۔ اس کی پڑھی خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ اسٹوڈیوں
بھی کبھی بے پرده نہیں رہتی مگر صرف اس وقت جب تصویر کشی ہو رہی ہو درہ
ریہریل میں بھی برتع اور ٹھنے رہتی ہے۔ یادیو اور کی طرف منہ کئے رہتی
ہے۔

اس سادگی پر کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور لا تھمیں تو اوار بھی نہیں

بیگم پارا

پر دہ سیمن کانیا چاند۔ بیگم پارا۔ اتارخ پیدائش ۲۵ مارچ ۱۹۲۶ء سترہ بیال کی یہ ماہ پارا حسن و شہاب کی تصویر اور ایک مکمل قیمت ہے۔ بیحد رنگین شخصیت کی ماں اک اصلی سوسائٹی میں ممتاز ترین درجہ رحمتی ہے۔ یہ پروتیماً پکتا کے شوہر قشقاش حق کی چھوٹی بہن ہے سینئر کمپرچ کامیاب اسٹچ کی اداکاری، رقص اور موسيقی میں بھی ماہر ہے۔ اپنے متوجہے بھائی عارف کے ساتھ علمی دنیا میں ۶۰ سے میں آئی ہے۔

پر بھات کے فلم "چاند" میں ہمی بار جلوہ گر ہو رہی ہے، حسن وادا نے اس چاند کو چار چاند لگا دئے ہیں، شربتی آنکھیں انسبرے رشی بیال، معصوم صورت، یونانی انداز کا چہرہ، گلابی و شہابی زنگ، نہایت رہی موزوں اور تناسب جسم، سرد قد، اور صحت و مسرت کا مجسم ہے، فلمی دنیا میں چیزیں سب سے زیادہ لخوش رو، خوش گلو اور خوش لباس ہے۔ جدید رین طرز فرشن سے آرائے اور انتہائی سادگی و نفاست پندے ہے۔ پر دہ سیمن، جس قدر حسین نظر آسکتی ہے اس سے بھی زیادہ اپنے اصلی روپ میں خوبصورت ہے اسے دیکھنے سے واقعی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور ایک بھلی سی کونڈر

رہ جاتی ہے۔
بیکم پارا کی شال ہندوستان کی فلمی دنیا میں نہیں مل سکتی وہ ایک بین الاقوامی
حسن کی منظہر ہے۔ شاید سونجا ہنسی اور نار ماشیر سے اسے تسبیحہ دی جاسکتی ہے
کیونکہ نہ صرف وہ حسن کی ملکہ معلوم ہوتی ہے بلکہ اپنی نزاکت و رعنائی کی بدولت
آسمانی پری اور فردوسی حور سے کم نہیں نظر آتی۔ جس طرح اس کا حسن لاثانی
ہے اسی طرح اس کا آرٹ سٹھی بنے تغیری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آتے ہی فلمی
دنیا پر چاگئی۔ بڑی بڑی فلم کمپنیوں میں کمی فلموں میں کام کرنے کے خاذار
مواقع اسے پیش کئے جا رہے ہیں۔

شوریٰ پچھر ز کی تاریخی فلم "شاہیمار" میں ملکہ نور جہاں کے روپ میں
نمودار ہو رہی ہے۔ پروتیجا داس گپتا کی ذاتی محضی کے اولین شاہکار چور
میں اپنے حسن و شاب کے پورے "جوار بھاٹے" کے ساتھ آنے والی
ہے اس کے بعد "انمارکلی" میں بمعیٰ ڈاکیز کے فوجیز ہیرد سریش کے ساتھ نظر
آئے گی۔

ایجی سے اس کے کمال فن اور حسن و جمال کی ملک بھر میں دھوم مچی ہوئی ہے۔
اس کا اصلی نام مس زبیدہ حق ہے۔

مایا دلوی

بلیح حسن، یاہ حسین آنکھیں ریلے و تاداب ہونٹ، مشکیں کاکل
قد ذرا لانا بنا۔ یوں تو اپسے گھر بلوے زندگی بہت پند ہے لیکن جب کمرے کے
سامنے آتی ہے تو ایک دم کچھ بدال سی جاتی ہے۔ اور نہایت بے باکانہ اپنا
روں ادا کرتی ہے۔ اس وقت پرانی پرانی مشکاؤں کے دلوں میں بھی جذبہ
رقابت بھڑک اٹھاتے ہے۔

ماکا اصلی نام اقبال بیگم ہے۔ ۱۹۱۸ء میں لاہور میں پیدا ہوئی
خاندانی اعتبار سے بخار کے ایک امغل خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ علمی اعتبار
سے اردو مڈل کامیاب ہے۔ ۱۹۳۶ء میں جب یہ صرف بارہ برس کی تھی
کہ اس کو فلم اسٹار بنتے کا شوق ہوا اور یہ شوق صرف نام نہود اور شہرت
کے حصول کی غرض نہ ہوئے تھا۔ بہر حال جب شوق نے دل میں انگوڑائی
لی اور سیٹھ بابو لال صاحب نے کچھ تغییر دی تو ان کی ہمپتی بختی پھر زلکٹہ
میں بیکری دقت کے شامل ہو گئی۔ اس کے بعد متعدد گینیوں میں کمرتی رہی
اداکاری کے جو ہر فطرت میں داخل ہی تھے اس پرشوق کی آبیاری
نے اور سبی پر وان چڑھایا اس طرح یہ بہت تھوڑی سی کدو کا دش کے بعد

ایک کامیاب مثلہ بن گئی۔

"جیون پر بجات" میں اس نے اپنا کردار اس انداز اور حسن و خوبی سے پیش کیا ہے کہ یہ بجاۓ خود اپنے کردار ہی میں جذب ہو کر رہ گئی۔ ایسا سلومن ہوتا ہے کہ وہ یہی پارٹ کرنے کے لئے پیدا ہوئی تھی۔

اس نے بہت سی فلموں میں خصوصی اداکاری کی ہے بلیدان، کنواری، بھائی، ترملاء، ستی ساوتھی، پکار، بھروسہ، میں ہماری، وجہ، چدن، اور آوارہ اس کی کامیاب تصاویر ہیں، بھائی، چدن اور میں ہماری کوہبلک میں خاص مقیولیت حاصل ہوئی۔

مایا فلمی دنیا سے کچھ اکتسی گئی ہے۔ اور اب اپنے لئے کسی دلچسپی کا سامان اس میں نہیں پاتی۔ یہ بارہا خود بھی اس کا اظہار کر چکی ہے کہ وہ قلنی لائن سے کنارہ کش ہو جائے گی۔ حالانکہ ابھی وہ اسٹوڈیو سے اس طرح وابستہ ہے جیسے اس کے شوہر مسٹر تنوزیر نقوی خود اس سے وابستہ ہیں۔ امور خانہ داری اور گھر کی صفائی وغیرہ اس کے دلچسپی شاغل ہیں۔

کانتاکماری

کانتاکماری ۱۹۲۰ء میں بیوی میں پیدا ہوئی۔ فلم بینی اور اداکاری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ چنانچہ زمانہ طالب علمی میں اسکول کے اسٹچ پر یہ اکثر ایک رقصاصہ کی حیثیت سے جلوہ فرمایا ہوتی تھی اور فطرت نے شامد اسے اسٹچ ہی کے لئے پیدا کیا تھا۔ اندرش کامیاب کرنے کے بعد دلی رجحان کے تحت اپنے حسین ذوق کی تکمیل کے لئے ۱۹۳۰ء میں بیوی ٹاکریز میں شرکت کر لی۔ اور اس بھین کی مشہور تصویر "اچھوت کنیا" میں پہلی مرتبہ پردہ میں پر جلوہ گر ہوئی۔ حسین گول چہرہ۔ افغانی یادام کی سی آنکھیں۔ ہلائی ایر و سیاہ گھنے بال جنوبی ہند کی مرہٹہ خواتین کی طرح اپنے جوڑے کے گرد پھولوں کا حلقة بنانے کر لگانا اسے بہت بھاتا ہے۔

جباں تک شرمنی اداوں کا تعلق ہے کانتاکماری تمام دیگر ممثل میں نمایاں درجہ رکھتی ہے بلکہ اس کی نرالی شرم ایکھسوں میں غرب المثل ہے۔ اور تمام فلمی حلقوں میں اس کی اونکھی شرم و حیا مشہور ہو چکی ہے جب کوئی رپورٹ یا اخباری نمائندہ اس کی تصویر لینے کی غرض سے اس کے پاس آتا ہے تو یہ شرم و حیا کے ملے جذبات سے چھوٹی بھوئی کی طرح سمفونی

پانچہ چہرہ کو چھپا لیتی ہے اس کی تصویر آتا رہنا ایسا ہی شکل ہے جیسے کسی نبیوں کے سر سے وشق کا بھوت آتا رہے چہرہ بھی کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی دل پھینک ہمت کر کے اسے کیمروں کے سامنے پیش ہی لاتا ہے اس کے ایک انٹرو یو کی رویداد و چیز سے خالی نہ ہوگی جب کہ اس سے ایک روپورٹ نے دریافت کیا کہ وہ اپنی تصویر کھو انے سے کیوں شرماتی ہے اس نے فوراً ہی شرم و حیا کی پتلی بن کر اور لاجذبی کی طرح سست کر جواب دیا کہ "اسے آپ میری کمزوری سمجھئے یا میری ... میری تصویری جا سکتی ہے لیکن اس کے نی مصنی نہیں کہ مجھے عجائب خانہ کا کوئی مافوق الفطرت جانور سمجھ کر میرے پیچھے پڑا جائے میں محسوس کرتی ہوں کہ لوگوں کی نیت مجھے نقصان پہنچا کی تھیں ہوتی بلکہ مجھے ان کا ممنون ہونا چاہئے جو مجھے یوں عزت دیتا چاہتے ہیں لیکن میں اپنی فطرت سے بمحروم ہوں کیونکہ لوگوں کی بڑھی ہوئی توجہ سے میں گہرا جاتی ہوں۔"

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کانتا ایک ریلوے ٹرین پر ریل کا انتقال کر رہی تھی کہ پریس کے نمائندے سے کچھ تو انٹرو یو کی غرفہ سے اور کچھ جان بوجھ کر اس کی فطری شرم سے لطف انڈوزر ہونے کے لئے کیمروں سے مشتمل ہو کر اس کی طرف پکے۔ کانتا اس عکسی حلہ کی تاب نہ لا کر بے طرح گھبرائی اور اپنے کو کیمروں کی یورشوں سے بچانے کی لاکھوں تد پریس کیں۔ جب کچھ بن چاہئی تو بیچاری نے بے تحاشہ زنانہ ڈپ کامیخ کیا جو اس کلئے ایک محفوظ پناہ گاہ شایست ہوا اور کیمروں والے کانتا کی تصویر کے بجائے

اپنا سامنے لے کر رہ گئے۔
 اس نے اچھوت کنیا کے بعد تعداد فلموں میں کام کیا جن میں سے "جو نیا"
 "ریشمی ساری" - "جنم بھومی" - "سنار نیا" - "میرے راجہ" - "رتاٹھاری" چبا
 لانس" اور "چندن" بہت مشہور ہیں۔

اواکاری اور شہرت کے اعتبار سے "دنیا تھاری" اور "اچھوت کنیا"
 کو عوام میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔
 یہ فلمی زندگی سے بہت منوس ہے۔ مطالعہ اس کا محبوب شغل
 ہے اور شرم و حیا کا مظاہرہ ! خیر جانے بھی دیکھئے۔

بے شری

ہندوستان کی حسین ترین شوخ و پچھل ممثلہ بے شری ملک کے مشہور دارکرث شانتارام کی بیوی ہے۔ اس خوبصورت و خوش نصیب فلمی پری نے غصب کا گلا اور بلا کا پانچپن پایا ہے، چندن کاسارنگ، چاند ساچھہ اور چمکدار ہیروں کی سی آنکھیں، چاندی کی ہنخیوں کے بجنتے کی سی آواز، سرو قامت ستوں کی طرح نازک و رنگین اور ترو تازہ حسن و جمال ہندی آرت کا مل نمونہ ہے۔

پر بحات کی مرہٹی فلم 'شچاری'، 'پروسی' میں شانتارام کی بہادت میں ہیروں بنی تو یا کمال دارکرث اور جمیل اداکارہ میں معاشرہ شروع ہوا۔ جس کا نتیجہ دونوں کی شادی کی صورت میں نمودار ہوا۔ پھر طویل عرصہ کی خاموش ازدواجی زندگی کے بعد یہ حسین ساحرہ شانتارام کی ذاتی بخشی کے پہلے شاہکار شکنلا میں ممتاز نسوانی کردار ادا کرتی ہوئی نظر آئی۔ کالیداس کی خیالی شکنلا کی اگر کوئی زندہ تصویر ہو سکتی ہے تو وہ واقعی بے شری ہی ہے۔

لیکن بے شری منز شانتارام بن کر زندگی کے زیادہ اہم فُرائض

انجام دیتی ہے۔ اس وقت وہ ایک بچہ کی ماں ہے اور دوسرے کی امید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زیادہ تر پر دھمکیں پر نظر نہیں آتی۔ آئندہ شاندار اجم کی سیاسی و بین الاقوامی تصویر ڈاکٹر کوٹش کے ہندوستانی زبان کے فلم میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔

وشا

نام مس تاجر وطن سیاکوٹ (پنجاب) عمر ۲۲ سال شیریں
 آنکھیں، ہتھیابی و گلابی رنگ، موزوں و تناسب جسم اور بلند فامت، پر
 ادا رنگین ہرزاد پہ سے جمیل۔ ہندوستانی خوبصورتی، انسانی وقار کا ہائل
 نمونہ۔ پہلی بار ایشیاٹک پچھر زکی فلم "یاد" میں جلوہ گر ہوئی۔ اسے دیکھنے
 والے بھول نہ سکے تھے کہ محبوب پر دلکش کی فلم نجمہ میں نجم بن کر حکی شاید
 ہی کوئی ہیر و سن اس قدر جذباتی کردار اس کامیابی سے ادا کر تھے۔ پھر
 سن رائڈ پچھر زکی تصویر ماں باپ میں ہندوستانی دختر نیک اختر کے روپ
 میں آئی ہے۔ اب محبوب کے تاریخی فلم ہمایوں میں حمیدہ بانو بیگم بن گئے
 اور فیلم کی رومنی میش کش پھول میں ہیر و سن کی حیثیت سے اڑھی
 ہے۔ ڈائرکٹر منظہر خاں کی تھی تصویر پہلی نظر کے لئے بھی دینا کا اتحاب
 ہوا ہے۔

ابھی حال ہی میں ایک فلم کی مہورت کے موقع پر وینا نے
 شانتا آپٹے کی طرح مشر عربین ایڈیٹر الہام کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔
 سہا جاتا ہے کہ "نجمہ" کی یہ نوابزادی مشر عربین سے کبی "بات پر"

برہم ہو گئی تھی۔ بات کیا تھی؟ مقدمہ عدالت تک پہنچ چکا ہے بے!

یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین؟

پر وہ اٹھنے کی غصہ رہے نگاہ با!

ترگس

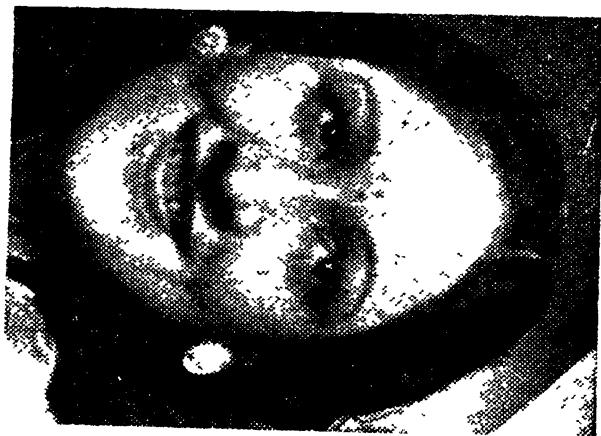
چھستان فلم کی نوٹگفتہ کلی رگس جس نے ایسی عنوان شباب میں قدم رکھا ہے غالباً ۱۹۴۳ء میں بیبی میں پیدا ہوئی مشہور و ماہر مخفیہ و مشکل جدنا بی کی نور نظر ہے۔ عمر سول سال زیتوں تی رنگ کی زہ شکن نو خیر حینہ، اپنی سلی ہری اداکاری میں اس قدر مقبول ہوئی کہ سرمه نظر بن گئی۔ صحیح و ملچ رنگ آنکھوں میں بجلیاں سی بھری ہوئی، ایرانی خدوخال۔ سانچے میں دھلا ہوا جسم، حسن و شباب کا مکمل اور مثالی نمونہ۔ یہ نو خیر حینہ پیدائشی اداکارہ ہے۔ رقص موسیقی اور تسلی نگاری میں کمال درجہ ماہر۔ پہلی بار سات یال کی عمر میں اپنے بھائی اختر کے ساتھ "موتی کا ہار" نامی فلم میں نمودار ہوئی ہی نہار بروک کے چکنے چکنے پات۔ اسی وقت قیادہ شناس اُنوروں نے بھاپ یا تھاکر یہ بچی ایک روز فلمی آسمان پر آفتاب نصف النہار بن کر قیامت دھائے گی۔

"تقدیر" میں ماہر فلم ساز و بدایت آموز محبوب نے اسے درج کمال پر ہنچا دیا۔ تقدیر میں یہ بر ق محبم حیثہ مشہور و معروف فلمی ستاروں موتی لال، چدر مون ہن اور چارلی کے ساتھ آئی اپنے جمال و کمال کی بدولت خیال و

FILMI - TITLIAN



Meena



Anjali Devi



Margis

FILMI-TITLIAN



Komla Chaterjee



Suman



Bequm Dadi

FILMI - TITLIAN



Dadma



Husn Banu



Shamli

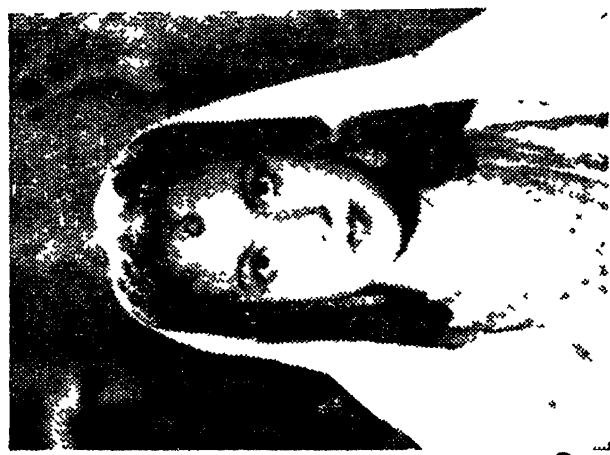
FILMI-TITLIAN



Sitara



Vachchadhra Katiu



Dannika Devi

و تصویر کی ملکہ بن گئی۔ تقدیر اے کامیابی کے ساتوں میں آسمان پر لے اڑی تقدیر کے بعد محبوب کے تاریخی فلم ہمایوں میں ملکہ حسن بن کر آ رہی ہے۔ یہ حور ارضی فضائل یزاد ران کے فلم عصمت اور ڈائرکٹر بادامی کی نئی تصویر ”رامائی“ اور ڈائرکٹر حسین کے فلم دل میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔ ہر فلم تحسین اور ہر ڈائرکٹر زگس کو اپنی تصویر کی زینت بنانا چاہتا ہے لیکن جد نبائی مازک و گلبدن زگس کو زیادہ فلموں میں ایک ساتھ کام کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔

زگس اس وقت فلمستان کی سب سے زیادہ توجیز و نگین تسلی ہے لیکن اس کا زنگ اس کے روپ سے بڑھ کر نہیں۔ اپنی اصلی زندگی میں ^{وہ} ایک چست اور زندہ دل خوش فرازج لڑکی ہے، تیرنا سائکل چلانا اور سین کھینا اس کے محبوب مشاغل ہیں۔ فرصت کے اوقات میں انگریزی فلمیں دیکھنا اس کا پسندیدہ شغل ہے۔

سوشیلارانی

پیدائش ۱۹۲۵ء عمر ۲۰ سال وطن سری بھگر بکشمیر آسمان فلم کا
یہ نیا دنخاں تارہ علمی اور صحفی دنیے سے علمی افت پزنو دار ہوا۔ چند سال
قبل یہ جنوبی افریقیہ میں علم نباتات کی لکچر ارتعی پھر بمبئی کے مشہور انگریزی
بامہ نامہ "فلم انڈیا" کے ایڈٹر بابو راؤ پٹل کی سکریٹری ایتی اور بلند پایہ
علمی مدراس میں نکتی رہی۔ ذوق و شوق کی بناء پر بھی کبھی اس کی دل شکار آواز
آل انڈیا ریڈیو پر گونجا کرتی تھی کمیں اور طالب علمی کے زمانہ میں اسکو یہ
اسٹیج کی بیکار اور مندوستانی انگریزی رقص کی بھی ماہر تھی۔ اب پہلی مرتبہ نیویورک
پچھر زمینہ کی فلم درودی میں ہیر و سُن کا پارٹ کر رہی ہے۔ اس نئی او اکارہ
نے اس فلم میں اپنے کمال فن کا ثبوت اس طرح دیا ہے کہ افناہ اور مکالمے سبی
اسی کے لکھے ہوئے ہیں اور موسیقی کی ہدایت بھی خود ہی کی ہے۔ قدیم کلاسیکی
رقص اور پر کیف نغمے پیش کئے ہیں اس کی اداکاری مشرقی و مغربی فنکاری
کے امتزاج کا اعلیٰ نمونہ ہوگی۔ سوشیلارانی صیحی تعلیم یافتہ "علمی دیوی" سے بہت
سی علمی امیدیں دا بستہ کی جا رہی ہیں کاش یہ فلم ازی کے خواب کی
صحیح تعبیر بن سکے۔!

ویناگماری

حیدر آباد دکن میں ۱۹۷۲ع میں پیدا ہوئی۔ اردو، انگریزی اور هندی میں کافی دسترس رکھتی ہے، اخلاق داد بکھارے میں پہنچنے والی کہانی شعر و سخن کی دلداد بچپن میں ایک فلم کی تصویر کشی دیکھ کر فلمی دنیا سے غبت ہوئی اور یہ تناول میں انگڑا ایساں لئنے لگی کہ کسی صورت سے خود بھی ایک اداکارہ کی حیثیت سے پرداہ سینے پر جگہ نہیں۔ اور اپنے حسن و جمال کی دلوں مشا قان جمال سے لے یہ خیل رفتہ رفتہ دل پر مراسم ہوتا گیا۔ اور یہ بلا کسی وقت کے مژربی کے نزد اکی وساطت سے ۲ مرچخوری ۳۲۰۴ع کو احمد و دین میں اپنے تصورات کی دنیا لئے ہوئے تعمیر خواب کیلئے شرکیں ہو گئی۔ لیکن شرکت کے بعد معلوم ہوا کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔

ویناگماری تعدد فلموں میں کامیاب نسوانی کردار اداکر پکی ہے۔ اوپر طریقے رغبت نے اسے بہت جلد کامیابی سے ہم آغوش کرا دیا ہے اب ویناگماری فلمی دنیا کیلئے کسی تعارف کا متعلق نہیں رہا۔ اور اس کی تصویر بیسوں فلمیز کے ذریعہ پرداہ سینے پر آپکی ہے۔ اب تو یہ لاکھوں فوجوں دلوں پر سمجھی قش ہو چکی ہے۔ اس کی معصوم دلبرانہ اداوں اور عنفوں شباب کی سرتی نہ

ہزاروں آنکھوں کیلئے بارہا شب بیداری کا سامان فراہم کر کے راتوں کو تارے گنوائے ہیں۔ اور نیند کی جگہ خود آنکھوں میں سما کر دل اور روح پر چھاپکی ہے۔

گول مول پیاری پیاری صورت، حسین عارض کنوں کے پھول سی پیشانی۔ کٹا ری ابرو۔ مخمور نگنا ہیں۔ رس بھرے رخار گلائی ہونٹ، شاب انگیز سینہ ہرادا اک دعوت گناہ لئے ہوئے جب تازہ دار علپتی ہے تو دھرنٹے ہوئے بیشمار دلوں کی دنیا بے المفاہی کاشکار ہوتی رہتی ہے۔ اس کے شہور اور نمایاں کردار کی کامیاب تصاویر یہ ہیں۔ "استھام" قسمت کی کسوٹی کاروائی حسن۔ زنگین گناہ۔ سبل آرزو۔ غریب۔ محبت کی دنیا۔ زیور۔ پتھریا۔ ماشرجی۔ اور آسر۔ وغیرہ۔

قسمت کی کسوٹی۔ ماشرجی۔ اور زنگین گناہ کو پبلک نے بہت پند کیا ہے۔ یہ ایک کامیاب مسئلہ ہے۔ ایندہ اس سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ آج کل امر موی ٹون میں کام کر رہی ہیں۔ جلد کوئی تازہ ترین تصویر پبلک میں آنے والی ہے۔

حسن صورت کے ساتھ چین سیرت بھی بہت خوب ہے اب فلمی دنیا زیادہ پسند نہیں رہی۔

بے بی اختر

کتابی چہرہ، شمشیر بران ابر و گھنی زلفیں، غنپہ دہن، نازک بدن،
تفا مناقد، چشتان فلم کی یہ خنی منی شوخ کلی ابھی ابھی نظر آئی ہے۔ لیکن
ابھی سے اس نے اپنی مخصوصاً نہ شوخ اداوں سے بہت سے دلوں پر قبضہ
جا لیا ہے۔ اور اس کی ادراکاری نے ہر طبقہ سے خرچ تھیں وصول کیا۔
یہ فتنہ ابھی سے اس قدر قیامت خیز ہے۔ تو اپنی حشر بد اماں جوانی میں
نہ معلوم کیا خصب ڈھائیکا۔

پنجاب کے حسن خیز خطہ گجرانوالہ میں ۲۶ مارچ ۱۹۳۲ء کو پیدا
ہوئی اور والدین نے فلمی دنیا کے سپہرہ برین کا نام اختر خانم رکھا۔ یہی
نو سال بعد جبکہ ابھی کھلنے کو دنے کے دن تھے مسٹر پچولی کی نظر انتخاب نے
اس تو زاریڈہ کو حس کا منہ منزو زاپنی ہی انکھڑیوں کی نفایت میں پوشید
تھا "خاندان" میں ادراکاری کیلئے چن لیا۔ "خاندان" میں ایک مخصوص اڑکی
کا پارٹ اس نے اپنی ذہانت طبع سے حد درجہ دلکش اور کامیاب طریقہ پر
اد آکیا۔ اور نقادان فن نے اس کی اس پہلی ہی تصویر کے بعد مشینگوئی کی کہ
آئندہ یہ فلمی دنیا کا ایک روشن ستارہ ہو گی۔

اس سُنی سی جان کو حزن و ملائی اور کیف و شاط کے جذبات نظر
کرنے کا ایسی سے غیر معمولی سلیقہ ہے۔ خاندان کی شہرت یا فہرستہ اختر و رخشنہ
”زمیندار“ میں ایک اندھی مخصوصہ لڑکی بن کر آنکھ و الوں کے سامنے آئی
اور اس کی بیباک اور تصنیع سے پاک تکشیل کو دیکھ کر ہر دل میں اس کی قدر
بڑھ گئی۔ اس نے اپناروں اس قدر نیچرل انداز میں ادا کیا کہ خود آرٹ
منہ مبتکارہ گیا۔ اگر یہ قابلِ دائر کڑوں کی نیزہ ہدایت اچھی فلموں میں کام
کرتی رہی تو ضرور ایک دن آسمان فلم کا درخشنہ آفتاب یونکر رہے گی
”پوشی“ اس کی تازہ ترین تصویر ہے جس میں اس نے سائٹ ہیر دن کا
کامیاب پارٹ کیا ہے۔

رقص و موسیقی سے واقف ہے۔ فلمی دنیا کو بہت دچپ پکھجتی ہے۔

رائکنی

چاندی کی طرح سفید جسم متوسط اندام حین زلفیں۔ ہلائی پیشانی
مخور رائکنیں۔ سٹار سے ابرو سیب کی طرح رخار رس بھربے ہونٹ —
رائکنی حسن و شباب کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ جوانی دیوانی سے ابھی ابھی ہم
آغوش ہوئی ہے لیکن بڑا ہی زہشکن تباہ پایا ہے۔ اس کا سراپا بیحد
دلفریب اور روح فواز ہے۔ قدم قدم پر ایک راگ کی طرح رقصان نظر آتی ہے
پنجاب کے حسن خیز خطہ کو جرانوالہ کی رہنے والی ہے۔ اصلی نام
شرشا دے ہے۔ سچپن ہی میں ماں کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کا باپ ایسے
لا ہو رہے آیا گناہ اور جوانی چھپائے سے نہیں حصیت ہے طوائفت کی انوس
میں پلنے والی یہ لڑکی جو آئندہ پل کر فلمی دنیا کا ایک چکتا تارہ بننے والی
تھی۔ خداوندان کملامودی ٹوں کی نظر وہ میں سماں کی اور انہوں نے رائکنی
کو ہاتھوں ہاتھ کپٹی میں لے لیا اور اس نے پہلی مرتبہ "دلایٹی نامی" پنجابی
فلم میں کام کیا اس طرح رائکنی پہلی بار نعمادان فن سے روشناس ہوئی تاریخ
والی بن گئی ہوں نے اسی وقت تاریخی تھا کہ آئندہ یہ ضرور ایک دن پہنچے
نام کی طرح سے مشہور ہو گی۔ اس کی شہرت اور ہر دلعزیزی دیکھ کر

ناروران انڈیا اسٹوڈیونے اسے اپنی طرف کمچ لیا اور ”سہتی مراد“ نامی فلم میں اسے ہیر و شین کا کردار پیش کیا گی۔ جسے اس نے بڑی ہی کامیابی کی ساتھ ادا کیا اب یہ کافی مقبول ہو چکی تھی۔ اس کی مقبولیت نے اسے دہائی سے بھی نکلوایا اور پھر یہ کلام مودی ٹون کی ہمہت میں اپنی تاہم تر خسر سامانیوں کے ساتھ نمودار ہوئی نوجوان دلوں پر رائجی بن گرا۔ طرح چھاگئی کہ زمانہ کی دستبرد ہی اگر چاہے تو یہ دلوں سے محو ہو سکتی ہے ورنہ اس نے وہ جادو بھوپنگا ہے کہ جس کا رد ہو ہی نہیں سکتا۔

رائجی کی آواز یہ حد سرملی اور روح پر ورہے۔ ذکاوت دہات اس کے چہرہ سے عیاں ہوتی ہے۔ اپنے روں کو خوب سمجھ کر ادا کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اپنے کردار کو تصنیع سے پاک رکھتی ہے۔ رائجی کا خیال ہے کہ ”وہ اپنے کردار کو زندہ جاوید بانا چاہتی ہے اس سے مخفف کھلنا پڑنے نہیں کرتی۔ لے ایسے کردار زیادہ پنڈ ہیں جن سے منف مازک کی شان و شکوه اور عظمت و حرمت کا انہمار ہو۔ شریفانہ مذہبات کا انہمار زیادہ پسند کرتی ہے۔“ بہر حال اگر یہی خیال چلتے سے نیختہ تر ہو جائے اور پر دھیں سیمین پر کردار کی روح بن گرنا میاں ہو تو یقیناً رائجی فلمی دنیا کی کامیاب ترین مسئلہ ہو گی۔ اور اس کی مثال قابل تقلید بھی ہو گی۔

اس میں تک نہیں کہ وہ اپنے کردار میں اصلیت کی روح بھونکنا چاہتی ہے بلکہ یہ بتانا مشکل ہے کہ وہ اس میں کہاں تک کامیاب ہے۔

راگنی بلاشیہ خطہ زندہ دلان کا ایک خوش رنگ و دلآدیز پھول
ہے بہت مکن ہے کہ مستقبل قریب میں اس کی بھینی بھینی خوبیوں سے پر بہت
سی بللوں کی یورش کا بہبہ ہے۔
”نشانی“، ”پواری“، ”پنجی“ اور ”پونجی“ اس کی تازہ ترین
تصویر یہیں ہیں۔

فلیٰ دنیا کو بہت دچپ پاتی ہے۔ رقص و سرود کی دلدادہ ہے۔
ہندوستانی صنعت فلم سازی کی آچھی امیدیں اس سے دابتے ہیں۔

رمولا

صف زنگ۔ میانہ قامت بیکھرہ چڑھے۔ روشن آنکھیں۔ سکلاں کے پھول کی طرح رخسار۔ بائیکی چتوں۔ دلفریب بازو۔ خوبصورت سینہ مجموعی طور پر ہیں ہے، اس کا تھب اس کے حسن سے بھی زیادہ ہے۔ یہودیہ اور عرب ہوتے پے در پے متعدد فلموں میں کام کر کے فلم میں بیٹھتے میں کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ یہ شوخ حسینہ۔ نوجوان جذبات سے کیسلنے والی ہندوستان کی ان چند ایکڑسوں میں سے ہے جو سخیدہ و متنیں اور الیہ مغموم کردار کیا خوبی کے ساتھ ادا کر سکتی ہیں۔ اس حیثیت سے رمولا کو ہر فن کو لا کہنا بے جا نہ ہو گا۔ ایک شوخ و شنگ اور حنپل حسینہ کا پارٹ بھی بخوبی ادا کر سکتی ہے اور ساتھ ہی المانگر اور حزنسیہ تھیں۔ بھی بخوبی بجھائے جاتی ہے۔ یہ ایک قابل ایکڑس کی کامیابی کا کافی ثبوت ہے۔ بڑی رہی سمجھی اڑھے اور اپنے روں کو خوب سمجھ کر ادا کرتی ہے۔ اردو بڑی روانی سے بولتی ہے۔ پنجابی بھی بخوبی سمجھے اور بول سکتی ہے۔

اس کی فلمی زندگی کی ابتداء جس تصویر سے ہوئی ہے اس کا نام تعا "دل ہی تو ہے" اس پری تھال یہودان کی عملی تھیں۔ بخاری کی شہرت کا

یہ پہلا آئینہ تھا۔ اس کے بعد ”اولاد“ نے اسے اور بھی شہرت دی۔ ”قیدی“ ”خدا پنجی“ ”پر دیسی“ ”ڈھولا“ اور ”محصوم“ وغیرہ تصویروں میں رمولا نے جس حن کردار کا ثبوت پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ خدا پنجی میں ہر سرہن کا پارٹ جس بے باکی کے ساتھ اس نے ادا کیا ہے اس نے ہزاروں نوجوان ڈلوں میں اس کی یاد ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دی اور سینکڑوں دماغوں پر اس طرح چھاکی کر خواہوں کی دنیا اس کے وجود کیلئے وقف ہو گئی اور ہزاروں آنکھوں میں یہ اس طرح سما گئی کہ راتوں کی نیندیں حرام ہوئیں۔

اس کی تازہ تصویریں ”مچھلی“، ”خاموشی“ اور ”ٹنکری“ ہیں۔ ابھی تو یہ جوانی کی راتیں اور مرادوں کے دن بسر کر رہی ہے۔ رمولا آیا کامیاب ایکڑی مانی جاتی ہے لیکن ابھی اس کی بہت سی صلاحیتیں منظر عام پر نہیں آئی ہیں۔ اگر کوئی کامیاب ڈائرکٹر اس کی خوابیدہ صلاحیتوں سے کام لے تو یہ اور اس کی حسن اور اکاری کافی کشش انگیز ہو سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ اپنا المطہر بن چوڑ کر ممتاز کے ساتھ کچھ وقت اپنے آپ کو سنوارنے کئے مرفکے نگیا ہے کہ ایک کپشن کی تیرنگاہ سے گھاٹ ہو گئی ہے لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کپشن صاحب خود اس کی تیرنگاہ کا شکار ہو گئے ہیں جیعت حاصل کیا ہے پس کر اس کے گروہ کان دل شکستہ ہو جائیں گے۔ بہر حال اتنا تو کہنا ہی ہے کہ کپشن صاحب نے اس سے یا اس نے کپشن صاحب سے خادی کر لی ہے۔

سیاست و لوی

چاندنی کی طرح سفید جسم اینگلو انڈن حسن کا ایک شوخ مرقع نبیل کی طرح چکدار سیاہ گیسو کش دہ پیشانی لگھنے آپر و عکسون کی طرح چکدار رنگی آنکھیں سرخ ہوت ہوں ٹھو لا بھا لاصہرہ حس سے مخصوصیت پُرستی رہتی ہے۔ بہت سمجھی ہوئی گفتگو کرتی ہے۔

ملکتہ کے ایک معزز اور متمول اینگلو انڈن خاندان میں ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد جب سیاست اجوانی دیوانی سے ہم انبوش ہوئی اور دو شیرزگی نے ذرا زور سے سینہ میں انگڑاؤ ای لی۔ تو اس آزادی کی متوالی نے آزادانہ زندگی بس کرنے اور عزت و شہرت حاصل کرنے کی غرض سے فلمی لائن کو اپنے لئے منتخب کیا۔ اور اپنے والدین سے اجازت چاہی لیکن والدین نے اس کی رلے سے اختلاف کیا۔ اور بگار خانوں کے کنہ آسودا حوال کو ایک باعصمت شریف خاندان کی دو شیرزہ کیلئے کلنک کا نیکہ تصور کیا۔ وہ جانتے تھے کہ عصمت اور شرافت جس کا نام ہے یہیں فلمی بگار خانوں میں عطا ہے۔ لہذا اپنی بھی کو ہوس رانیوں کا شکار نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بیتا کو اپنے ارادے سے بازر ہنہ کی

تر غیب دی اور فلمی لائن اختیار کرنے سے روک دیا۔ لیکن سبیتا بری طرح سے فلمی لائن کی گردیدہ ہو کر اس جانب راغب ہو چکی تھی اس نے والدین سے چھپا کر ۱۹۲۶ء میں برش ڈومنین فلم کمپنی کلکتہ کو اپنی شرکت کی درخواست میں تصور کے رواز کر دی کمپنی مذکور نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اسے ملازم رکھنے کے لئے تیار ہو گئی۔ اپنی کامیابی پر سبیتا بیحد مسرور تھی لیکن جب اس کے والدین کو واقعات کا علم ہوا اور انہوں نے دیکھا کہ یہ اب ہاتھوں سے جا رہی ہے تو انہوں نے اس کا تدارک دیا اور سختی سے اسے روک دیا جس کا سبیتا کو بیحد غم ہوا۔ اور اپنی نامزادی پر بیحد غموم رہنے لگی۔ اور اس کا پھول سا چہرہ دن بدن مرجانے لگا۔ اس کی خیف دزار حالت دیکھ کر والدین بہت متبرد ہوئے اور تو غاؤ کر ہال سے انکھڑس بننے کی امباہت دیدی۔ سبیتا برش ڈومنین فلم کمپنی میں شرکیک ہو گئی۔ جب یہ اپنی پہلی تصور کی شونگ کے لئے کیرے کرے سامنے آئی تو بری طرح گھبرائی اور شرم و حیا کی سنی سارے بدن میں دوڑنے لگی۔ اب سبیتا بہت پریشان ہوئی کہ یہاں پہنچا چھوڑا کر جاے۔ لیکن رفتہ رفتہ جذبات پر قابو پائی تھی گئی۔ اور تمیلِ ذوق کی آزو زندگ لانے لگی۔ آخر "روپیہ کیا کچھ تھیں کر سکتا" نامی فلم میں اس نے پہلی مرتبہ کام کیا اور تمام فلم میں بنتے میں کافی روشناس ہو گئی۔ تصور کامیاب رہی اور سبیتا بھی کامیابی سے ہٹکنا رہنے لگی۔ اس کے بعد اس نے "پریوجی" اور "سو بجا گئی مکشمی" وغیرہ خاموش فلموں میں کام کیا اس کی حسن ادا کاری خوب چکلی۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں اس نے کافی شہرت حاصل کرنی۔

لیکن یکاک ناطق فلموں کا دورہ شروع ہو گیا جس کے لئے بیتیا پر کارث ثابت ہوئی کیونکہ اسے ہندوستانی زبان نہیں آتی تھی۔ اور یہ قصرِ گمنامی میں چاپی گر بیتیا کو اب فلمی دنیا کی ہوا لگ پھکی تھی۔ جو چکا لگ گیا تھا کسی صورت چھوٹ نہیں سکتا تھا اس لئے اس نے بڑی تند ہی سے ہندوستانی زبان میں سکھیں اور جلد ہی خود کو ناطق فلموں کے لئے فٹ کر لیا اور ایسٹ انڈیا فلم کمپنی میں واصل ہو گئی۔ پس بعد دیگرے "جنپونی" "ایک دن کی بادشاہت" تعلیم یافتہ ہیوی۔ سلوو رنگ۔ شہر کا جادو۔ چدر گیت اور اچھوتا دامن وغیرہ ناطق فلموں میں اس نے اپنی اداکاری کے خوب جو ہر دکھائے اور ایک بڑے حلقوں میں اپنی مقبولیت کا سکر چادر دیا۔

بیتیا کی اداکاری خود اس کی اپنے "ریاض" کا نتیجہ ہے یہ کسی کی منون ہیں عربی، بازائدی، لفظ آمیز کردار سے ابتواب کرتی ہے فلمی دنیا کو کافی تجسس سمجھتی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ شریف گھرانوں کی عورتیں فلم لانے میں آئیں۔ اس کا خیال ہے کہ گو فلمی بنگار خانے زنگین گنا ہوں کے مرکز ہیں لیکن اگر کوئی عورت اپنادل اپنے قبضے میں رکھ کر اپنا دامن محفوظ رکھا چاہئے تو ہر گز کوئی مرد اس سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ موسیقی کی یہ دیوانی ہے۔ پیانو اور ہارمونیم خوب بجا لیتی ہے شعر و سخن کی بھی دلدادہ ہے۔ انگریزی خوب بولتی ہے اردو بھی اب صحیح بول لیتی ہے اس کی تازہ تصویریں "مبہی کی سیر" اور پر ارتھا ہیں۔

مادھوری

شدول لکین بچد خوبصورت جسمِ حسونگلیں کا ایک چلتا پھر تما پیکر صاف
و شفاف برق کی طرح رنگ سیاہ دراز اور مشکبو گیسو، چاند سی پیشانی، ہلالی
ایرو، محظوظ آنکھیں، سیب کی طرح رخسار، انار کی کلی کی طرح سرخ اور نرم ہوتا
موتیوں کے سے چکدار دانت، حشر سامان سینہ.....

وقت تسلی کی طرح بیہقرا رہتی ہے جب ایک تیز و طرار اور شوخ معشووق کی طرح
پردہ میں پر برق سامانی کرتی ہوئی چکا چوند پیدا کرتی ہے تو ہزاروں
تماشائی مجنوں ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ایک دن سے پہلی دنیا پر اپنا سکر جا
ہوئے ہے... اس کے حسن و ثبات کی طرح اس کی شہرت اور ہر دل خریزی
میں ابھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

یہ ایک محرزاں بیکھوانڈیں خاندان کی نور نظر ہے اصلی نام پیل۔
ہے پہلی دنیا میں مادھوری کے پیارے نام سے مشہور ہے۔ ۱۹۱۳ء میں صوبہ
متعدد کے ہندوستان کے لندن "یعنی نیتی تمال میں پیدا ہوئی۔ یہ اعلیٰ العلیم یافتہ
ہے۔ انگریزی نہایت روانی سے بولتی ہے۔ تلفظ بھی بہت اچھا ہے۔ لیکن

ہندوستانی زبانوں میں کوئی خاص مہارت نہیں رکھتی ہے جو اس کی ترقی میں مارج ہے۔ ممکن ہے کہ حسن و شباب کا سورج ڈھلنے کے بعد اس کی یہ کمزوری اس کے لئے نقصان کا باعث ہو۔ یہ اور زبانیں سیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتی۔ شہسواری اور تلوار زنی سے بھی واقف ہے رفتار و گستار میں بلا کی دلکشی ہے جگانے سے بچپن ہی سے بحد رغبت تھی، کیونکہ وہ ایک میوزک ٹیچر بتا چاہتی تھی آواز بحمد سریلی ہے لیکن گانا نہیں جاتھی۔۔۔ اس کے گانے سے زیادہ اس کاروں اچھا معلوم ہوتا ہے۔

۔۔۔ جب مادھوری نے گلشنِ شباب میں قدم رکھا تو سوسائٹی گرل ہوتے کی وجہ سے سوسائٹی کو محبو ب۔ تھی اس لئے ہر نوجوان اس کو لپاٹی ہوئی تھا ہوں سے دیکھتا تھا ممکن اس نے کسی کی محبت اور منش کی پرواہ نہ کی۔ اور بہتری کو ششوں کے بعد بھی یہ خوبصورت پڑھ یا کسی جال میں چپنی بلکہ شمعِ حسن کے پروانوں اور دوست و احباب کے غشق و محبت سے بیکا ہو کر اپنی تعلیم میں منہک رہی۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد دالدین کی اجازت سے بھیجا کر رنجیت فلم کمپنی میں ملازمت کری۔ یہ راہ اختیار کرنے کے بعد وہ "پردیسی پر تیم" میں سب سے پہلے عشا ق کی راتوں کی نیندیں حرام کرنے کے لئے پردازیں پڑائیں۔ گو "پردیسی پر تیم" زیادہ مقبول نہ ہوئی تھیں مادھوری کی چیل اداوں اور سرمنگیں تکا ہوں نے ہزاروں فن لوں میں اپنا گھر کریا۔ اس کے بعد مادھوری کاشمیرہ۔ نادرہ۔ "طوفان میں" دراج رمنی۔ "ستگر"۔ "نور و طعن"۔ "شادی" اور "ہمان" وغیرہ فلموں میں

اپنی تبلیغ کے ممتاز نسوانی کردار پیش کر کے خوب حکمی اور کافی شہرت حاصل کر لی۔ دیکھتے دیکھتے دہ صفت اول کی مثالات میں شمار ہونے لگی۔ اس کی شہرت اور مقبولیت دوسری ایکر سوں کی طرح چند روزہ نہ تھی بلکہ اس نے متعلق طور پر ہر دلخیزی پائی جس پر آج بھی وہ قادر ہے۔ اس کی تازہ تصویریں "اقرار" اور "ذائق" ہیں۔ آج کل کچھ خاموش ہے۔ ہندوستان کے فوجی صوبہ کے سید ہے سادھے پاہی اس کی تیر بخواہ کے بری طرح گھاٹلی ہیں۔ اور یہ ان کی محبوبہ طناز، اور ملکہ فلم کا درجہ رکھتی ہے۔ پر دہ فلم پرنٹ نئے انداز میں انہا رمحت کرنے کا اسے خوب ہنگ معلوم ہے۔ جب یہ کسی سے محبت جاتی ہے تو تماشا ثانی اس کی بے باک ادا کاری کے ساتھ انہا رمحت پر پرانہ وارثا ر ہونے لگتے ہیں۔ اسے بار بار دیکھنے اور سینے سے لگانا نے کو دل چاہتا ہے۔ اس کا انداز محبت ایک خاص کمال ہے اور یہ ہی وہ حرہ ہے جس نے نوجوانوں کے دلوں پر پسہ کر رکھا ہے۔

المیہ اور سنجیدہ کردار اس کے بس کاروگ نہیں طریقہ ادا کاری خوب کر لیتی ہے لیکن غیض و غضب کا منظا پرہ اس قدر قدرتی انداز میں کر جاتی ہے کہ ہیرت ہوتی ہے۔

اس جوان سال حسینہ کو جو زیور علم سے بھی آراستہ ہے اگر بھا غزوہ کا مرض پیدا نہ ہو جاتا تو یقیناً دہابی اور ترقی کرتی اور پہترین ایکر سوں میں شمار ہوتی گو آج بھی اس کا مرتبہ کم نہیں ہے لیکن کاش وہ جس میں

بنتلا ہو گئی ہے اس سے محفوظ رہتی تو بے پناہ شہرت کی مالک ہو جاتی۔ اور اس کی شہرت کا تارہ اس پر سے بھی زیادہ درختاں ہوتا... وہ ہندوستانی علمی دنیا کی ناقابل فراموش مملکہ ہوتی۔ نقاد ان فن کا خیال ہے کہ اس کا یہ غرور ایک دن اسے لے ڈوبے گا۔ مادھوری چشم بدوار ابھی مس خام ہے میک اپ اور صنوعی طریقوں سے حسین بننے کی ولادادہ۔

بخارتی دلوی

بنگال کی یہ ساحرہ جسے بنگال کی پھلتی ہوئی بدل سمجھا چاہئے اپنے
نخات جان فزا سے روح پر اس طرح چھا جاتی ہے جس طرح کوئل جنگل کے تمام
مناظر پر چھا جاتی ہے۔ بخارتی اسکرین کے رومن انگلیز مناظر پر بھی چھا جاتی
کی کافی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے ٹھائے ہوئے گیت عرصہ تک تماشائی کے
دلوں میں کیف و شاط کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔

یہ محبوبہ بنگال متوسط اندام، گندمی زنگ، کنوں سی پیشانی بچوں
سے رخسار۔ کلی جیسے ہونٹ۔ ابھرا ہوا سینہ۔ جب ان تمام حشر سامانیوں کو
لے کر مخو خرام ہوتی ہے تو مردہ دل بھی ایک دفعہ زندگی اور تڑپ عروس
کرنے لگتے ہیں اور شاعر کا یہ شعر مجسم ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔
وہ فتنے کے جن کا حشر پاٹھنا تھا خصر۔ سربار تیری چال سے بیدار ہو گئے
اس کی ادائیں اور اذاز کردار پر بسا اوقات نیلا ڈیا ہی کاشیہ ہوتا
ہے۔ جب یہ پر دُسھین پر نمودار ہوتی ہے تو تماشا یوں کے دلوں کے بچوں
کھل جاتے ہیں اور جسم میں سرور و کیف کی رومانی لہریں دوڑنے لگتی ہیں
تماشا یوں کی تجسس بنتگا ہیں اسے دیکھ کر پرواتہ شار ہونے لگتی ہیں۔

یہ واقعی اتنی حسین ہے کہ جس نے اسے ایک بار دیکھا اس نے اس کا.....

چین و تواریخ پنین کر اپنی شوخ اور حنپل اداوں کا ڈیرہ جمادیا۔
 بخارتی بلاشبہ ان ایکڑسوں میں شمار ہوتی ہیں جو آرٹ کو آرٹ
 سمجھ کر اپنے کردار سے اس میں روح بچونکنا چاہتی ہیں۔ اگر کسی قابلِ ادراک
 کی نظر کرم ہو گئی تو بخارتی مستقبل قریب میں یقیناً آسمان فلم کا چکتا ہوا
 تارہ بن چائے گی یہ "ڈاکٹر" اور "سوگند" اس کی مشہور اور کامیاب تصویریں
 ہیں جس میں اس نے ناقابل فراموش نسوانی کردار نہایت حسن و خوبی سے ادا
 کئے ہیں اور اس کی یاد فلم بین طبقوں کے دلوں پر ہمیشہ کے لئے مر تمم ہو گئی
 ہے توقع ہے کہ آئُذہ وہ اس سے بھی زیادہ ہوش ربانی است ہو گی عشق
 کی بیکھاہیں اسے کامیابی کی بلندیوں پر دیکھنے کی متمنی ہیں۔ اس کی تازہ ترین
 تصویریں "سماشی نامہ" اور "بندو" ہیں۔ اردو بولتی ہے لیکن یہ یہ میں نہ تو آ
 حد تک بیکھا لیت نایاں رہتی ہے۔

رام دلاری

گھنگر یا لے بال۔ کتابی چہرہ۔ کشادہ پیشانی شوخ نرگسی۔ آنکھیں، خمیدہ ابرو، امنگ ابیگز سینہ۔ رام دلاری یوں تو کچھ زیادہ حسین نہیں ہے لیکن یہ اپنے اندر ایک خاص جاذبیت رکھتی ہے جو دیکھنے والوں کی تکالیف کو رومنافی پیام دیتی ہے آنکھیں اس کی طرف بے پناہ کھینچنے لگتی ہیں۔ اور دل میں اس کی طرف سے میٹھی میٹھی محبت پیدا ہونے لگتی ہے۔ پیدا ہے سادھے طریقہ پروڈ کچھ زیادہ اچھی نہیں لگتی۔ لیکن جب اداونات کے ساتھ مشوقانہ اندماز میں چلتی ہے تو بوڑھے دل میں بھی دھڑکن پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس کی مخصوص آنکھیں دو ایسے جام شراب ہیں جس سے دیکھنے والا... مخصوص ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ شراب ہے جس کا کیفت و سرور انسان کو اس کی ہستی سے بے خبر کر دیتا ہے۔

رام دلاری نے "پردہ نشین" اور "چتر لیکھا" میں مختلف موقعوں پر ممتاز نسوانی کردار پیش کئے ہیں اور حسن اداکاری کے ایسے ثبوت فراہم کئے ہیں کہ یہ ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ نقادان فن کا خیال ہے کہ اگر یہ اسی طرح کچھ عرصہ تک کامیاب ڈائرکٹروں کی زیر ہدایت کام کرنے

رہی تو بہت جلد ملک میں زبردست شہرت و مقبولیت حاصل کر لگی۔
یہ سخیدہ اور متین کردار بڑی خوبی سے ادا کر جاتی ہے اور حزن نیہ تھا
کی بھی ایک اچھی اداکارہ ہے۔

یہ موسیقی کی بہت دلدادہ ہے۔ بہت اچھا گناہی ہے ”چریکھا“ میں
سائیہ روں کو سخوبی بھایا ہے۔ اس فلم کے سانے اس کی بدولت مقبول خالی
و عام ہوئے ہیں۔

گلاب

یہ اسم بامسی ایکٹریس امر چنوری ۱۹۰۹ء کو جموں (پنجاب) کے ایک سکھ فروش کے گھر پیدا ہوئی کہنے خبر تھی کہ ایک دن یہ مالن بچی خود گلتان فلم کا ملکتا ہوا اچھوں بن جائے گی۔ اصلی نام سرسوتی دیوی ہے لیکن چنستان فلم میں گلاب کے نام سے مشہور ہے۔

گلاب کو شہرت اور نام و نمود کی بچپن ہی سے بہت چاہتی تھوڑی سی تعلیم حاصل کرنے کے بعد پندرہ سال کی عمر میں اپنی دھن کی بچی یہ شوخ الھڑڑکی ۱۹۱۲ء میں عزت و شہرت کے حصوں کی غرض سے آدا کاری کا ارمان دل میں لئے ہوئے شری کرشنا فلم میں ڈرڈھ سور و پیہ ماہوار پر ہیردھن کی خدمات انجام دینے کی غرض سے ملازم ہوئی۔

زرمِ نازک جسم ایضیوی خوبصورت چہرہ، مخمور اور شوخ نرگسی آنکھیں انمار کے داؤں کی طرح وانت، دلوں میں چبھے جانے والی بلکلیں گلاب کی طرح رخار صراحی دار گردن پیارے پیارے گئیو، قد رعناء ایضبوطاً اور خوش جسم (۳۵) گرم اوسرا مادی یخنے کے بعد بھی سینے سمازیر و بم اپنی حرث سامانی کا اعلان کر رہا ہے۔ اس کا قبسم اور بلکلیں جھپکانا آج بھی اپنے اندر

ہزاروں بجلیاں پہنچاں رکھتا ہے۔۔۔ بڑی ہی خوشبوش اور مبینہ کی دلدادہ واقع ہوئی ہے۔ حد درجہ آزاد اور فرشن پرست ہے۔ گلا اچھا پایا ہے لیکن فن موسیقی سے پوری طرح واقع نہیں۔ البتہ میوزک ڈائرکٹر کی وجہ پر کچھ گالیتی ہے۔ لیکن رقص نہیں جانتی۔

گلاب نے خاموش اور ناطق دونوں طرح کی کم و بیش ڈیڑھ فلموں میں کام کیا ہے۔ وہ المیہ کردار سنبھالنے سے قاصر ہے۔ البتہ مرت افزا اور طبیہ مناظر پر بآسانی اپنی صلاحیتوں سے چھا جاتی ہے۔ اور بسا اوقات بڑی ہی خوبی سے اپنے طربناک کر دار کارنگ فلم بین طبقے پر جا لیتی ہے۔ طوائف آبرو باختہ اور بازاری ہور توں کا پارٹ ادا کرنے میں۔ یہ طویں رکھتی ہے۔ وہ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہے۔۔۔ پھر بھی مکالمہ سنجوی ادا کر لیتی ہے اردو تلفظ درست ہوتے ہیں۔ بھی بھی ہندی مکالموں میں کچھ لکنت پیدا ہو جاتی ہے۔

گلاب مجموعی طور پر خوبصورت ہے۔۔۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص دلکشی اور جاذبیت ہے۔ جب وہ اپنی آنکھوں سے اشارے کرتی ہوئی اپنے خوبصورت بہاس کے ساتھ اپنی اداووں کی بوچھار کرتی ہے تو نوجوان آج بھی اسے پیار کرنے کے لئے بیقرار کر دو جاتے ہیں۔۔۔ بھبھی بھبھی۔۔۔ وہ بے حد جاذب نظر بن جاتی ہے۔ انہمار عشق کے وقت وہ اس اندازے اپنی پلکوں کو جنبش دے کر اپنی حسین آنکھوں کو جذبات کا منظر بنالیتی ہے۔ اس کا چہرہ عشق و محبت کا مکمل تر جان نظر آتا ہے۔ اور بے ساختہ

FILIMI · TITLIAN



FILMI-TISLIAN



Molina & Jumna

داد دینی پڑتی ہے۔ یقیناً اس میں اداکاری کی صلاحیت ہے۔
لیکن افسوس یہ ہے کہ اسے کوئی قابلِ دانہ کھنچیب نہ ہوا۔
جو اس کی ان پوشیدہ صلاحیتوں سے کام لے سکتا۔

گلاب ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۲ء تک ہیردُسن کے کردار کرتی رہی۔
اور اب وہیپ اور اہم نسوانی کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے اہم فلمیں
ہی دنیا، "فیشن ایبل انڈیا"۔ نیاستا اور انجان وغیرہ ہیں۔ بالا جوں
میں اس نے اپنے رقص و سرود کا بھی مظاہر کیا ہے۔ پورنیما اور پریاں
میں جو اداکاری گلاب نے کی ہے اسے پبلک نے بہت پسند کیا ہے۔
یہ فلمی ندیگی کو بہت دچک سمجھتی ہے کہ کشیدہ سکاری اور سوئی سے
کام سے اسے بہت رغبت ہے خوش پوشی پرہ تی سے پارٹیوں اور
جلسوں میں ایک زنگھین تیسری کی طرح ادھر سے اور بھرپور کتی رہتی ہے
با لوں کو بڑے اچھا م سے سوارتی ہے۔

گلاب کے تعلق یار لوگوں میں اکثر دبیسٹر عجیب و غریب دانی
اوہ ہیں گشت لگاتی رہتی ہیں۔ اور یہ کچھ ہے صمی رومان پور۔

جہنا

پیاری اپیاری من موہنی صورت دلکش آنکھیں۔ بانکے اپر وچھریا
پدن فتحار و گفتار دلوں میں قیامت کی کشش ہے۔ پردہ سینے کی یہ وہ
ماں یہ نازِ مشتعل ہے جو الیہ و خزینہ کردار پیش کرنے میں مہدوستان کی امکان سو
میں اپنا شانی نہیں رکھتی۔ پردہ فلم پر وہ ایک شریف گھرانے کی سیدھی دھی
سخیدہ دو شیرزادہ معلوم ہوتی ہے گوکر بسا اوقات شوخ بھی بی جاتی ہے لیکن اس
شوخی میں بھی ممتازت اور سخیدگی کو کبھی نہیں بھولتی یہ اپنے بالوں کو عموماً
سچھپے کی طرف اکٹھا کر کے باندھ لیتی ہے۔ جتنا ایک ایسی اداکارہ ہے جو
ایکٹ نہیں بلکہ تماشا یوں پر سحر کرتی ہے۔ جب الیہ مناظر میں اپنے گوارے
گورے چہرے پر مار سیاہ کی طرح لہراتے ہوئے بالوں کی لٹیں ڈال کر اور غم
واندروہ کی محجم تصویر بن کر سامنے آتی ہے تو دیکھنے والے بھی منغوم و پریغا
ہو جاتے ہیں۔ الیہ مناظر سے ہٹ کر جب جتنا اپنے حسین گورے چہرے سے
تر لف دوتا کو ٹھاکر اپنی دل فریب۔ نو خیز اداوں کے ساتھ سینہ تان کر ایک
مجسم بیٹھا زکی طرح پردہ پر جگگھا تی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پدر کامل
گھن سے نکل آیا۔

جنما ہندوستانی علمی دنیا کی بہترین مثال ہے جسے یہ کمال حاصل ہے کہ وہ امیہ اور طرب یہ سردوکردار کو ایک فن کار اور ماہر ترین مثالہ کی طرح ادا کرتی ہے۔ اس کی ادا کاری تقنیہ اور بناوٹ سے یکسر پاک ہوتی ہے۔ وہ مختلف جذبات و تاثرات کو لپٹنے کردار میں اس بے ساختگی کے ساتھ فطری طور پر ادا کرتی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

اس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ تاثیر میں ڈوبا ہوتا ہے اور شفہ والوں کے کافلوں سے اتو کر دل کی گھر ایسوں میں گھر کر جاتا ہے۔ ماظرین فلم کو ایک لمجھ میں غلکیں و دل شکتے اور دوسرے لمجھ قہقہوں کی دنیا میں پوچھا دنیا اس کے باسیں ہاتھ کا حصیل ہے جب وہ اپنے معصوم چہرے پر رنج و غم کے جذبات طاری کر کے اور اپنی حسین آنکھوں کو اشک آنود کر کے خوبصورت رخاروں پر چکتے ہوئے مو قی لے کر رنج و محنت کی سکیاں بھڑا ہوئی تماشا یوں کے سامنے آتی ہے تو سینما ہال رنج و الم کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اس کا منحوم چہرہ دیکھ کر سخت دل بھی اس کے ساتھ اشکار ہو جاتے تھیں۔ ہزاروں دلوں میں یہیں اٹھنے لگتی ہیں۔ سینکڑوں آنکھیں رونے لگتی ہیں۔ یہ ہے آرٹ کی معراج جو بلا مبالغہ دوسری ایکروں کو خواب میں بھی نصیب نہیں۔

اس کی شہور ترین تصویر جو نہ صرف اس کی شاہکار تھی بلکہ اسے بلاشبہ ہندوستانی صنعت حکمت سازی کا سرمایہ حیات کیا جاسکتا ہے۔ ”دیودا“ ہے۔ یہ وہی تصویر ہے جس نے اس گوہر پر بہا کو نقادان فن سے آشنا

کرایا۔ ”دیوداس“ میں ادا کئے ہوئے اس کے اول و اداکاری آج تک تسلیم ہیں جبکہ کے دل و دماغ سے اتر کر روح کی گھر ایسوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور اس تصویر کے ذریعہ جانے اپنے کو فلمی دنیا میں لافانی بنالیا۔

جتنا تعلیم یافتہ ہے تین مخبری ہندیب و تمدن سے متاثر نہیں بلکہ مغربیت کی تقلید سے تنفس ہے۔ جاہ و دولت کے خزانوں اور اس کے مالکوں سے بھی اسے کوئی خاص دلچسپی نہیں اس کی خالگی زندگی نہایت سادہ اور ایک شیشہ مشرقی خاتون کا نمونہ ہے۔

آرٹ کے دیوالے نے وجہ ان کے دلوں کی یہ ملکہ جو جوان دلوں پر آنا فاناً میں قبضہ کر لیتی ہے وہ دل پھینک نوجوان اپنے تصورات کی حسین دنیا لئے راقوں کی سنان فضاوں میں اس کے شمع رخ کے پرواز وار بن کر حسن رخ کی بلا میں لیتے ہوئے کامی کامی زلفوں میں کھو جاتے ہیں۔ دیوداس کے خالق ڈاگر کرٹ برداکی نظر انتخاب نے جمنا کو نہ صرف دیوداس کے لئے منتخب کیا تھا بلکہ خود اپنی زندگی کے لئے بھی چن لیا تھا۔ یہ نظر تیز سے تیز تر ہوتی کی اور بالآخر اس کا اختتام شادی پر ہوا۔ دیوداس میں جو حسین لڑکی مشرب برداکی ماں بھی تھی وہ زندگی کے افانہ میں شریک زندگی بن لئی نمودار ہوئی۔ ”دیوداس“ کے بعد جمنا نے ”ادھیکار“ اور ”منزل“ وغیرہ میں اپنے جوہر کمال کی اس طرح نمائش کی کہ شہرت کے آسمان پر ماہتاب بن کر چکنے لگی۔ شادی کے بعد ماہِ عمل کیلئے یہ دونوں یورپ روائے ہوئے اور سیر و تفریح کے ساتھ وہاں کے مختلف بگمارخانوں میں آرٹ

کے پھول چلتے رہتے ... جب وہ واپس آئے تو ہندوستانی چستان فلم کے لئے آرٹ کے بہت سے نا درنونے لے کر آئے یہاں آکر ان دونوں فلم "زندگی" کو فلما یا لیکن کہانی کی فلم تھیا نہ شان اور ڈارکشن کی لوق طامول کی وجہ سے عوام با تکلیف مخلوط نہ ہو سکے اس لئے فلم مقبول ہوئی اس کے بعد اپنے شوسر کی چینی کے تیار کردہ فلم "جواب" اور "راہی" میں جمنانے سماں شہرت حاصل کر لی۔ فلمی دنیا آئندہ بھی اس سے بہت کچھ ترقع رکھی تھی لیکن اب کچھ عرصہ سے یہ خاموش ہے دیکھئے پھر کب سورج بنکرنو دار ہوتی ہے۔

راج کماری شکلا

فلمنی دنیا کی شہر کیر کڑ اور ویپ کردار پیش کرنے والی مشکل راج کماری شکلا جو ۱۹۰۷ء میں نکلتے کے ایک مشہور برہمن خاندان میں پیدا ہوئی۔ بینکا گجراتی - ہندی اور اردو میں اچھی خاصی دسترس رکھتی ہے۔ شکلا کی زندگی بذات خود ایک طریقہ سمجھدی ہے۔ اس نے فلمی لائٹ شو ق اور ذوق سے بہت کم لیکن چند مجبوریوں سے بطور خاص اختیار کی ہے۔ اس کی زندگی کی ابتداء ایک شریف ہندوستانی خاتون کی طرح سے امور خانہ داری سے شروع ہوئی اور مشرقی ہندیب و تمدن کی وہ ایک جیتنی یا گئی تصویر بر تھی۔ شادی کے بعد چند نامعلوم وجوہات کی بناء پر سرال میں اس کی نہ بجھ سکی۔ وہاں اسے بہت ہی آناہ و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ایک روز اس کے شوہر نے اسے بری طرح سے زد و کوب کر کے گھر سے بکال دیا۔ اپنے سوامی کی راندہ درستگاہ اور زندگی سے بے زار شکلا اپنی مجبوریوں کی وجہ سے جکنا تھا تو یہی پیغامی ہے۔ اس کے لئے ایک اچھی پناہ گاہ ثابت ہوئی۔ گھر بار جھوٹنے کا غم ضرر۔ تھا نیلین تیرتھ میں اسے سرال کے مصائب سے جھسکارا مل گیا تھا۔ وہاں کے ایک پچاری نے رفتہ رفتہ اس کے حالات معلوم

کر کے اس کے والدین کو اس کی موجودگی کی اطلاع کر دی۔ یہ اطلاع پاک شکلا کی بڑی بہن اسے دوبارہ سمجھا جا کر اپنے ساتھ و اپس لے آئی۔ یہ پھر پسے گھر پر رہنے لگی۔ اس کے گھر سے قریب تر گجراتی بابانامی ایک صاحب رہا کرتے تھے جو ایکٹر بھی تھے۔ شکلا ان سے تھیٹر کے پاس لیکر اکثر تھیٹر و سینئے جایا کرتی تھی۔ تھیٹر دیکھتے دیکھتے اس کے جوان دل میں کچھ شوق پیدا ہو چلا تھا۔ اس کی غم انگیز زندگی سے متاثر ہو کر گجراتی بابانے اسے تھیٹر میں نوکری کرنے کی رخصیت دلائی۔ اس لئے وہ ۱۹۳۶ء میں میدان تھیٹر میں شرکیاں ہو گئی۔ آج جس شکلا کو فلم بین طبقہ زیادہ تر ویپ کردار کرتے ہوئے دیکھ کر لرز اٹھاتا ہے۔ کسی وقت اس میں نسوائیت کی رغایب بھی پائی جاتی تھیں۔ اس نے اکثر فلموں میں ہیر دُن کا کردار بھی ادا کیا ہے۔ اس وقت وہ ایک ہلائی ابروتیز آنکھوں کشادہ پیشانی سیاہ زلفوں والی ایک جذباتی مشکل تھی۔

میدان تھیٹر کے بعد شکلا مختلف فلم کمپنیوں میں کام رتی رہی اس نے خاموش فلموں کے علاوہ ہے، زماں طبقہ فلموں میں کام کیا ہے انتظامی زیور، جگت موہنی، فریاد، چاندنی، شاردا، پیچھت، تکسی، سوامی، ایک دا من کی جیت، اسکول ماسٹر، دہمن، بدلتی دنیا، آنکھ مچوئی، راج زیگی، جھولا، نجھہ اور فریاد میں قابل داد پارٹ ادا کر چکی ہے۔ جن میں سے کیر کرٹر کے اعتبار سے سوامی۔ ایک رات جھولا۔ فریاد اور دہمن اس کے شکلا ہیں اور پبلک نے بھی ان تصویروں کو بہت پنڈ کیا ہے۔

اس کی تحریف میں لکھنے کا ایک اخبار لکھتا ہے کہ ”ہندوستانی پرڈھم کی وہ مثلا جو کہیں ایک مہربان مان نظر آتی ہے اور کہیں جل کٹی ساس اور شوہر کو فدوی بنائے رکھنے والی غرفناک بیوی۔ دراصل یہی فن کا کمال ہے کہ ایک اداکار جس کردار کو پیش کرے اسے اصلاحیت کا جامہ پہناوے راجحہ اری شکلا اس قسم کے کردار ادا کرنے میں اپنا شانی نہیں رکھتی۔“ فلمی زندگی کو نہایت تحریر سمجھتی ہے اور محض اپنی ضعیف بہن اور اس کے بچوں کی پرورش کے خیال سے اسے بھاگ جا رہی ہے بیوادیہ ریاضت اس کا بہترین مشغل ہے۔ فرصت کا تمام وقت اسی میں گزاری ہے۔ اکثر اپنی حالت پر روتی رہتی ہے۔ اپنی پرائیوٹ زندگی میں نہایت خوش مزاج۔ خیلی اور متواضع واقع ہونی ہے۔

یشو دھر اکا جو

پر دُہ سیمین کا یہ نو خیز تارہ یشو دھر اکا جو ہا امر اپریل کو ..
لاہور میں نمودار ہوا۔ یہ ایک مشہور محرز شیری بر تہن خاندان کی نور نظر ہے
یشو دھر اکے والد مسٹر کے۔ ایل۔ کا جو چو یو پی گورنمنٹ کے وزیر بھی رہ چکے
ہیں ایک متاز اور مشہور سیاست دان تھے۔

یشو دھر اکا خاندان .. عرصہ دراز سے لکھنو میں بودو باش
رہتا تھا اس لئے اس نے لکھنو سے جو زیر کیمپہ ج تک تعلیم حاصل کی تھی
رقص سے بھی واقع تھی۔ اکثر لکھنو کی مخدوٰق اس کے رقص کے مقابلہ
دیکھ جکی تھی۔ گواں فن سے یشو دھر اکو فلمی دنیا میں کوئی مدد نہ ملی۔

یہ سچن ہی سے آزاد فضا میں پروشن پاچی تھی۔ فلمی دنیا سے بہت
دیکھی رکھتی تھی۔ اتفاقاً ایک موقع ہاتھ آگی اور صاحبِ حشمت باپ کی
بیٹی ۵ اگست ۱۹۴۱ء کو پتش اسٹوڈیوس میں شرکت ہو گئی۔

یشو دھر اکشیری میں پیدا نہیں ہوئی تو کیا ہو ائے ہے تو آفر کشیری
ہی۔ جنت نظیر کشیر کا حسن کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ کشیری
ماں باپ کی یہ اولاد۔ ارض بہشت لکھنو میں بلی بڑھی اور پروان جڑپھی

اس طرح اور بھی سونے پر سہاگہ ہو گیا۔
بیضوی چہرہ پر مشکبو گیسو کنوں کے بھول کی طرح پیشانی اگھنے ابر و نری
آنکھیں گلاب سے رخار آرزو پر وریزینہ خوبصورت بازو، قدر عتن
بھیثیت مجموعی کافی کشش اور جاذبیت کی ملکہ۔

یشودھرا کو فلمی دنیا میں آئے ہوئے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا
تامہم وہ کافی شہرت حاصل کر چکی ہے۔ بہت سے دل اس کی زلف
گروہ گیر کے اسیر ہو چکے ہیں۔ اس نے مختلف چمنوں میں رہ کر کام کیا ہے۔
لاہ جی، ہما تما در دلہن اور وجہ لکشمی میں سائیڈ ہیر و سن اور ہیر و من کی
حیثیت سے نہایت کامیاب اور قابلِ داد تشیل کے جو ہر پیش کئے ہیں۔
یہ لکھنؤی نازک پری "ہما تما در" میں شامابن کر آنی — اور اپنے
شیدائیوں سے کافی داد و حسین حاصل کی۔ "دلہن" میں میرا کارکردار اسی نے
کیا ہے جو کافی جاذب توجہ اور کامیاب تھا۔ یہ دونوں تصویریں اسکی شاہکنا
ہیں۔ پہلاں نے یہی ان فلموں کو بہت پسند کیا ہے۔
فلیٰ لائن کے متعلق اس کے خیالات لکھنؤ کے ایک اخبار نے یوں لکھے
ہیں کہ "فلیٰ دنیا کے متعلق آپ کا خیال ہے کہ یہ خود ایک مختصری دنیا ہے۔
اور ایسی حالت میں اس کا دلچسپ ہونا نامگزیر ہے۔"
مطالعہ اور رقص سے اسے غیر معمولی رغبت ہے۔

سردار اختر

غزالی آنکھیں نازک رخسار شاداب ہونٹ مرمرین سینہ خوبصورت جسم
 قدلانبا آواز بیباک اور حنچل۔ چہرہ پر ہمیشہ ایک خاموشی سی طاری رہتی ہے۔
 فلمی دنیا کا یہ روشن تارہ ۲۵ جنوری ۱۹۱۵ء کو لاہور میں نمودار
 ہوا اور ”ہیرا منڈی“ کی فضاؤں میں اپنی اداوں سے ارتقاش پیدا کرنے لگا۔
 سیردار اختر اور اس کی بہن بہار اختر کو ان کی ماں نے بچپن ہی سے رقص موسیقی
 کی تعلیم دی۔ کیونکہ وہ خود ایک کامیاب رقصاصہ اور مغنیہ تھی۔ چنانچہ ان دونوں
 بیلوں کے نغمے بیکار ثابت نہ ہوئے بلکہ شروع ہی سے یارانِ حریقت کے
 پہلو اور اپنی جیب گرم کرنا خوب جانتی تھیں، لیکن ان کے قدر و ان گھاہکوں نے
 ان دونوں کو ہیرا منڈی سے اٹھا کر اپنے بھگارخانہ میں لا رکھا۔ یہ تھے مدرسہ نادر
 کاردار نے دونوں بیلوں کو اپنی فلموں کے لئے طازم رکھ لیا۔ ابھی فلم آدھا
 بھی نہیں فلمیا گیا تھا کہ سردار اختر کی بہن بہار اختر خود اپنے ماں کے دل پر
 حکومت کرنے لگی۔ اور بھگارخانہ کے بجائے مدرسہ کاردار کے دل میں زینت
 بخشہ ہونے لگی۔ آخر کار فلم مکمل ہونے سے قبل عشق کا دستور مکمل ہو گیا۔
 اور بھردوں نے شادی کر کے دل کی تمنائیں پوری کر لیں۔ اب بہار اختر

بہار بن کاردار کے دل پر حکومت کر رہی تھی اور بچوں کی سیجوں پر دعویٰ
کیف شاطر ہو رہی تھی۔ لیکن سردار اختر را توں کو ہیرامندی کی یاد دل میں
لئے انگاروں پر لوٹتی رہتی۔ یا آخر یہ بیل بھی لاہور سے اٹھ کر کلکتہ پہنچ
گئی اور یہاں ایک مشہور تھیٹر بھل کپنی میں ملازمت کرنی چونکہ تھیٹر کمپنی میں
ہیرامندی کا کچھ نہ کچھ دستور دھرا یا جاتا رہتا ہے اس لئے اب سردار اختر مطعن
تھی اور اس کے ناز و خزروں، اور اداہوں کے ہزاروں قدر داں پیدا ہو گئے
تھے جنہوں نے بڑی بیانی کے ساتھ اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جب یہ کمپنی کلکتہ
سے بیٹی پہنچی تو اس وقت تک سردار اختر اپنی عشوہ طرازیوں اور محبو بازہ انداز
و نازگی وجہ سے کافی شہرت حاصل کر چکی تھی۔

بیٹی میں اس کی سنتی تھیٹر بھل اداوں اور غزوں کو کافی مقبولیت
ہوئی اس کے طوائفانہ رقص و سرودیاں لوگوں کے دل میں گھر کر گئے اس کا
سکانا بن کر ہزاروں دل اس تمع رخ کے پردا نے بن گئے۔ چنانچہ اس کی
کامیابی اور شہرت سے متاثر ہو کر سروج موسوی ٹون نے گر اندر معاونتے
پر اس گل تر کی خدمات ۱۹۳۱ء میں حاصل کر لیں۔ یہ سب سے پہلے
”عید کا چاند“ بن کر پرداہ سینم، پر نمودار ہوئی۔ یہ تصویر اس کے حسن کے
ساتھ اس کے گانوں کی وجہ سے کافی مقبول ہوئی۔ اور اس طرح یہ دن بنا
فلم بین طبقے میں بھی روشناس ہوتی گئی۔ ”عید کا چاند“ کے بعد نیتشٹھلہیانی
غافل مسافر حن کا غلام، پیاکی جو گنگن گناہ کی رات اور مصر کا خزانہ دغیرہ
فلموں میں اپنی اداکاری کے جو ہر دکھانی رہی۔

سردار اختر کی اداکاری بنجیدہ طبقے کے لئے کوئی پچھی نہیں رکھتی لہتہ
وہ اپنی بے باکانہ اور بازاری حسن اداکاری کے لئے ہیرامندی سے پچھی رکھنے
والے طبقے میں آج بھی کافی مقبول ہے۔ یہ عریاں اور بازاری عورتگی تیشل
بڑی خوبی سے پیش کر سکتی ہے برخلاف شہزادیوں اور دیویوں کا پا رٹ
کرتے ہوئے بلیلے کی طرح بیٹھ جاتی ہے اسی وجہ سے اس کا شمار متاز ایکٹرسوں
میں نہیں ہوتا ہے۔ لیکن پھر اس کا جو بن اور حسن پر دُس سین پر خوب چمکتا ہے
اور یہ ہی جو بن اور عریاں حرکات پیغامِ عشق و ہوس بیکراپنے مخصوص طبقے
میں خوب خوب دادھن لیتا ہے پندرہ سال فلمی دنیا سے وابستہ رہنے کے
باوجود وہ ہیرامندی کی ادا میں شخرے، اندازا اور حرکات و سکنات اس
کے بشرط سے عیاں ہوتے ہیں۔ سردار اختر سے متعلق یار لوگوں میں عجیب
غیریب حکایات مشہور ہیں یقینی اور فاخرہ بآس کی پہت دلدادہ ہے
اور اس سے اس کی جہالت اور ڈھلتا ہوا حسن ایک حد تک حصب جاتا ہے۔
قصاصوں کی عینچنانے کا اسے بیحد شوق ہے، یہ اپنے کردار کیلئے ہمیشہ ڈاٹر کٹر کی
نظر کر مکی غماچ رہتی ہے۔

پورنما۔ دھرم کی دیوی۔ پرتیما۔ سلحջ۔ پکار۔ عورت۔ نُو روشنی
آسرا اس کی مشہور تصویریں ہیں۔ دوہائی۔ مالن۔ فیشن۔ تشاشا اور راحت
اس کی تازہ ترین فلمیں ہیں "فیشن" میں اس نے خود کو کافی سدھار لیا ہے۔

خورشید

حسین پیشافی، حسین آنکھیں، حسین عارض، حسین ابر و حسین رخار،
 حسین بازو اور حسین سینہ کو یا ایک حسن مجسم ہے۔ نازک لچکدار کمر، چہرہ پر بیشہ
 ایک قسم کی شو خی رقصان رہتی ہے۔ آج جس خورشید کی ضیا پاشیوں سے
 پردہ سینیں جگپٹا رہا ہے جس کی ہندوستان گیر شہرت کا ستارہ اوج پر ہے
 اور جس کا آفتاب جس نصف النہار پر پہنچ رہا ہے اس نے ۱۹۱۹ء میں
 ہندوستان کے اس مقدس شہر میں جنم لیا جسے اقبال کے انسوں نے گرمایا
 تھا۔ تیر و تبر سے کھلنے والے راجپوت اجداد کی یہ آل پردہ سینیں کی کامیابی
 اور مقبول ترین خوشگلیوں میں ہوتا ہے جس کی تضویر لوگوں کے
 اس کاشمیاران اداکاروں میں ہوتا ہے جس کی تضویر لوگوں کے
 دل و دماغ پر نقش ہو جاتی ہے۔ اور جس کی وہ ہر وقت پرتش کرتے ہیں۔
 خورشید کا شمار بھی ان سر دلعزیز معذنیہ اور اداکارہ میں ہوتا ہے جس پر
 غلی دنیا ناز کر سکتی ہے یہ پنجاب کی وہ واحد ایکٹریس ہے کہ جس کے گھنے
 ہوئے گیت لوگ گلی گلی اور کوچے کوچے میں گاتے پھرتے ہیں بلکہ ان کے
 گلیوں نے گلی کوچوں سے گزر کر امراء کے محلات اور غربیا دکی جھونپڑیوں میں بھی

نہمہ روح پیدا کر دیا ہے جب یہ الاپتی ہے تو نوجوانوں کے حاسِ دلوں کی آرزوں کے ٹھاٹیں مارتے ہوئے سمندر میں توج پیدا ہو جاتا ہے۔ مزا تو یہ ہے کہ جب خورشید نے علمی دنیا میں قدم رکھا تو اس وقت یہ موسیقی سے قطعی نا بلہ تھی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے اس فن میں وہ کمال حاصل کر دیا جو اکثر لوگوں کو تمام عمر سرداڑھنے کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے والدین قدامت پسند کر کے لوگ تھے۔ چنانچہ اس کو ماہول کے مطابق تعلیم و تربیت دی گئی۔ تو کہ اس کا طبعی رجحان اواہل عمری ہی سے ادا کرنی اور موکیتی کی طرف تھا لیکن اس کے والد نے جو پنجاب ہائی کورٹ کے ایک ناظر تھے۔ اس کو دینیات اردو اور فارسی کی تعلیم دلوائی۔ اس کو بچپن ہی سے فلمیں دیکھنے کا بے حد شوق تھا اور یہ شوق ایک وہ الہانہ صورت اختیار کر گیا تھا۔ چنانچہ جب یہ کوئی فلم دیکھ کر آتی تو گھر میں اس فلم کی جست جستہ اداکاری کی ہو بہو نقل اتارا کرتی۔ اس کی نقابی سے گھر کے تمام لوگ متین ہو جاتے۔ اور اس کی تہجیوں روکیاں اس سے فرمائش کر کے نقل کرواتیں اور پھر خود ہی اس کی دل پنڈاداؤں پرستہ سہنستے لوٹ جاتیں کہ معلوم تھا کہ یہ شخصی سی جان جو آج گردیوں کا حیل سمجھ کر فلمی نقیب کر رہی ہے ایک روز سچ مجھ ایسا ہی کرے گی۔ اس کا علمی جون دن بدن بڑھتا گیا۔ ایک روز یہ جون خاندان کی عزت و ناموس پر بلاٹے بیدر ماں بن کر یوں منودار ہوا کہ اس نے اپنے اعزاء کے سامنے اپنے دنی رجحانات کا راز خود ہی فاش کر دیا اور اپنے

والدین سے کہہ دیا کہ وہ ایک فلمی ایکٹر میں بننے کا تھیہ کرچکی ہے۔ قسمت کے رازوں سے نا آشام روں اور پرانے خیال کی عورتوں نے جب یہ الفاظ سننے تو ان پر ایک بھلی سی گئی۔ تمام اعزاز اور بانے خاندان کی لاج کو فناک میں ملتے دیکھ کر اس کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کے لئے ہزاروں تدبیریں۔ عورتوں نے منت وزاری کر کے اس کو سمجھایا کہ وہ اپنے خیالات تدلیل کر دے لیکن مشیت ان تمام بے سود آہ وزاریوں پر مسکرا رہی تھی۔ آخر ایک دن اس چودہ سالہ مہ جبیں نے اپنی بندشوں کے نقاب سے خود کو بے جا کر لیا۔ خاندان کی تمام تر کوششوں کو پس پردہ ڈال کر۔ حاصل ہونیوالی رکاوٹوں کو پائے استھمار سے ٹھکر کر اس گھر کو خیر باد کہہ دیا جس میں اپنی زندگی کی چودہ بہاریں دیکھ کر جوانی سے ہمکنار ہو گئی تھی۔

گھر سے بے گھر ہو کر اس نے لاہور کی ہند ماہانے نے ٹون کھینچی میں ملاز کر لی۔ کھینچی نے بلا کسی تردید کے اسے ایک پنجابی فلم "مرزا صاحب انگ" کی ہیر و سُن کا گردار سپرد کر دیا۔ کچھ عرصہ یہاں کام کرنے کے بعد یہ بیوی حل گئی۔ ... وہاں سرفوج موادی ٹون میں شامل ہو گئی۔ ... یہیں سے اس نے ترقی کے زینے پر قدم رکھا۔ اس کے بعد دائرہ کٹر غدر اتے "تارہ" میں ہیر و سُن کیلئے اسے منتخب کیا۔ اس فلم میں خورشید نے بے مثل اداکاری کا منظاہرہ کیا جس سے اس کو وہ شہرت حاصل ہو گئی جس پر پرانی سے پرانی ایکٹر میں رشک کرنے لگیں۔ اس کے بعد اس نے "پر دیسی" "شاوی" "بجکت سور داس" اور "زرس" وغیرہ فلموں اپنی لا جواب اداکاری کا سکھ جمادا۔

یہ آرٹ کی دیوانی جس کا طرزِ گفتار دیوکارانی اور نعمتہ کافن بالا اور کردار دیگر ایکھڑسوں سے کسی طرح کم نہیں اس مقبولیت اور بہمہ گیر شہرت کے باوجود فلمی دنیا سے پیزار ہو گئی ... وہ چاہتی ہے کہ اسی نگی سے جلد از بلدا لگبھو کر کسی تو شدہ تنہائی میں بقیہ زندگی گزاردے۔

رہئے ایسا یہی جگہ حلپ کر جہاں کوئی نہ ہو

ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

وہ چاہتی ہے کہ ایک ایسا گوئر عافیت ہو جہاں دنیا کی لمبیں شور و شغب کی ہو امی نہ پہنچ سکے۔ وہاں ڈائرکٹر اور کیرہ مین کی ہدائیوں کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ نہ عاشق کے نالہ و شیون ہموں نہ میصرین کی نمک پاش تھیڈیں نہ فوجوں کے منت وزاری اور شادی کے پیامات سے برلنی خلوط کی بھرا رہو ... لیکن سوال یہ ہے کہ مٹر لاری یعقوب اسے پنڈ کریں گے؟

خورشید ایک ایسی پسلی بن گئی ہے جو کبھی نہ بوجھی جاسکے۔ آج ہزاروں اسے دیکھنے کے لئے اور سینکڑوں دل اس کی محبت کے لئے بے قرار ہیں لیکن وہ ہے کہ اپنی حسین کلامی محبت کی دیوی سے چھپڑا کر ایک خانہ بدوش کی طرح جگھلوں میں زندگی بس کرنا چاہتی ہے؟

خورشید کا بیان ہے کہ میں نے سکانا ریڈ یوس سیکھا۔ رقص نہیں جانتی ہوں میں نے فرائرنگ کی نظر غایت کی بھی پرواہیں کی نہ اسے کوئی فخر سمجھا۔ میرا دامن ان آلمود گھیوں سے پاک ہے۔ الحکمہ زی اب بخوبی لکھ پڑھ لیتی ہوں

قرآن شریف روزانہ پڑھتے ہوں۔ میں علامہ اقبال مرحوم کی گود میں کھیلی ہوں اور وہ مجھ پر بیحد مہربان تھے ”پردیسی“ اور ”ستارہ“ اس کے شاہکا۔ ہیں۔ آج چہرے کی جھائیوں اور داغوں نے غازوں کا محتاج کر دیا ہے۔ گھر بیوی زندگی سے اسے بیحد انس ہے۔ اور یہ بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتی ہے۔

خورشید علامہ اقبال کے خواب کی کتنی المٹی تبیر بن کے رو نا ہوئی ہے لیکن ہیں کہ طحنے کی کوئی دجنہیں کہ
مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہئے
بھوں پاس آنکھے قبلہ حاجات چاہئے